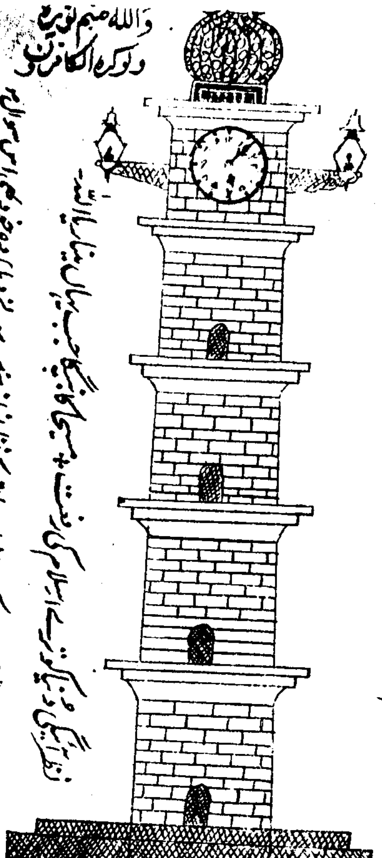
بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ
الاخبار الحق یتبع

الحکم
دار الامان حضرۃ قادیان
چہ گویم با تو کز آلی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی
ایڈیٹر یعقوب علی تراب
| جلد ۷ | مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۳ء مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ بروز سہ شنبہ | نمبر ۲۴ |

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

میں اس عنوان کے تحت میں مختصراً اس تقصیر کا عذر کرنا چاہتا ہوں۔ جو دو تین ہفتہ سے متواتر الحکم کی اشاعت میں تعویق یا اس کی ترتیب میں بے ترتیبی کا باعث ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری ان اطلاعوں کو پڑھ کر ناظرین کم از کم اس سے ضرور آگاہ اور آشنا ہیں کہ میں مقدمہ کی مصروفیت اور اُس کے متعلق بعض ضروری امور کی تحقیقات کے لئے ہیڈ کوارٹر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن پھر بھی آٹھ سو کے قریب خریداروں میں سے دو تین خطوط اس قسم کے پہنچے ہیں جن میں اشاعت الحکم کے توقف اور تعویق کے سوال پر توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ تعداد اسقدر کثیر تعداد میں کیسے ہی قلیل اور ناقابل التفات کیوں نہ کہی جاوے لیکن میں اُس کو بھی محسوس کرتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق اور فرصت دے تو ناظرین کی اطلاع کے لئے ایڈیٹری کی مشکلات پر ایک الگ مضمون لکھدوں۔ تاکہ ہر شخص کو کم از کم اندازہ کرنے کا موقع مل جاوے کہ یہ کام اتنا سہل اور آسان نہیں ہے جتنا کہ ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لیتا ہے بہرحال میں تسلیم کرتا ہوں کہ جون ۱۹۰۳ء میں الحکم کی اشاعت میں توقف اور اوس کی ترتیب میں کسی قدر بے ترتیبی ضرور واقع ہوئی ہے لیکن اس قوم کے لئے جس میں قدرشناسی اور شکرگذاری کی روح نفخ ہو رہی ہے۔ یہ امور سراسر چشم پوشی کے قابل ہیں خصوصاً ایسی حالت میں ...... کہ ان کا ناچیز خدمتگذار اپنے ذاتی نہیں بلکہ قومی اور پھر دنیوی نہیں بلکہ دینی کام میں معروف ہے۔ گو مقدمہ کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے لیکن اس کے نتائج اور ثمرات کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے اس لئے میں اس کو قومی کام سمجھتا ہوں۔

الحکم بجائے خود چونکہ قوم کی پاک خدمت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ مقدمہ الحکم ہی کی وقعت اور حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے اسلئے یہ کہدینا کہ یہ کام اسی غرض کے ماتحت ہے۔ جو الحکم کے اجرا سے ہے کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔

اس لحاظ سے میں اس بے ترتیبی یا تعویق میں غفلت کی الزام کا مرتکب نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ مجبور کہا جا سکتا ہوں میں اپنی جگہ الحکم کو قوم کے لئے ہر پہلو سے مفید اور موثر بنانیکی فکر میں رہتا ہوں اور جہانتک میرا بس چلتا ہے میں کوشش کرتا ہوں لیکن الحکم کو پورے معنوں میں مفید اور کارآمد چیز بنانے میں تنہا میری ہی سعی مفید اور کارگر نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں خود قوم کی بہت بڑی توجہ اور کوشش بکار ہے + اور وہ یہی ہے کہ اس کا ہر فرد جو الحکم پڑھ سکتا ہے اسکے خریدنے کی کوشش کرے اور اُسکو اپنا قومی اور ذاتی فرض سمجھ کر خریدے دوسروں کو خریدنے کی تحریک کرے خود وقت پر قیمت ادا کرے اور دوسروں سے دلائے جس سے الحکم کی مالی حالت کی بہتری اور اس کے استقلال اور پائداری کے لئے جہانتک اسباب کا تعلق ہے صورت پیدا ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں الحکم کی اشاعت یا اُس کی ترتیب کا انحصار میری اپنی ہی ذات تک محدود نہ ہے اسوقت تک الحکم کی ایڈیٹری۔ مطبع کی سپرنٹنڈنٹی وغیرہ بہت سے کام قریباً مجھکو ہی کرنے پڑتے ہیں جو اپنی جگہ ایک الگ الگ آدمی چاہتے ہیں اور ابھی مالی حالت اس امر کی مقتضی نہیں کہ کم از کم ساٹھ ستر روپیہ ماہوار کا مزید خرچ مطبع پر ڈالا جاوے جو پہلے ہی سے زیر بار ہے + اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جب تک کم از کم دو آدمی نہوں ایسے مشکلات پیش آتے رہنا قرین قیاس ہے، اور الیہا ...

... مطبع کے مینجر کا الگ ہونا بھی ضروریات میں سے ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اسقدر گنجائش بھی نہیں ہے کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ہی رکھا جاوے۔ ان اموری ہی کو مدنظر رکھکر میں نے توسیع اشاعت الحکم کی تحریک کی تھی جسپر چند احباب نے توجہ فرمائی اور باقیوں میں سے ہر ایک نے شاید یہ سمجھ لیا کہ اگر میں نے خریداروں کی بہم رسانی میں سعی نہ کی تو کیا حرج ہوگا۔ غرض یہ داستان لمبی ہے اور اسوقت اوس کو مفصل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن میں ارادہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ایڈیٹری کے مشکلات والے مضمون میں ... بعض احباب نے کہا ہے کہ مقدمہ کے حالات کی تفصیل کیوں درج نہیں کئے جاتے؟ ایسے بزرگوں کی خدمت ... کو ختم کرنا چاہتا ہوں ...

موعظة الحسنة

گذشتہ اشاعت سے آگے

جس کو مصائب شدائد اس قدر صیقل کر دیتے ہیں کہ اخلاق الہٰی اسمیں منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب بہت مجاہدات اور تزکیوں کے بعد اس کے اندر کسی قسم کی کدورت یا کثافت نہ رہے۔ تب یہ درجہ نصیب ہوتا ہے ہر ایک مومن کو ایک حد تک ایسی صفائی کی ضرورت ہے کوئی مومن بلا آئینہ ہونیکے نجات نہ پائے گا سلوک والا خود یہ صیقل کرتا ہے۔ اپنے کام مصائب اوٹھاتا ہے۔ لیکن جذبہ والا مصائب میں ڈالا جاتا ہے خدا خود اس کا مصقل ہوتا ہے اور طرح طرح کے مصائب شدائد سے صیقل کر کے اُس کو آئینہ کا درجہ عطا کر دیتا ہے۔ دراصل سالک و مجذوب دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے سو متقی کے دو حصے ہیں سلوک و جذبہ تقویٰ جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں کسیقدر تکلف کو چاہتا ہے۔ اسی لئے تو فرمایا کہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب۔ اس میں ایک تکلف ہے مشاہدہ کے مقابل ایمان بالغیب لانا ایک قسم کے تکلف کو چاہتا ہے۔ سو متقی کیلئے ایک حد تک تکلف ہے کیونکہ جب وہ صالح کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو پھر غیب اُس کے لئے غیب نہیں رہتا کیونکہ صالح کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے جو اسمیں سے نکلکر خدا تک پہنچتی ہے۔ وہ خدا اور اس کی محبت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کہ من کان فی ھذہ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک انسان پوری روشنی اسی جہان میں نہ حاصل کرلے وہ کبھی خدا کا مونہہ نہ دیکھیگا سو متقی کا کام یہی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ایسے سرمے طیار کرتا رہے جس سے اس کا روحانی نزول الماء دور ہو جاوے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ متقی شروع میں اندھا ہوتا ہے مختلف کوششوں اور تزکیوں سے وہ نور حاصل کرتا ہے۔ سو جب سوجاکھا ہو گیا۔ اور صالح بن گیا پھر ایمان بالغیب نہ رہا۔ اور تکلف بھی ختم ہو گیا۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رائے العین اسی عالم میں بہشت دوزخ وغیرہ سب کچھ مشاہدہ کرایا گیا۔ جو متقی کو ایک ایمان بالغیب کے رنگ میں ماننا پڑتا ہے وہ تمام آپکے مشاہدہ میں آگیا۔ سو اس آیت میں اشارہ ہے کہ متقی اگرچہ اندھا ہے اور تکلیف کے تکلف میں ہے۔ لیکن صالح ایک دار الامان میں آگیا ہے اور اس کا نفس نفس مطمئنہ ہو گیا ہے۔ متقی اپنے اندر ایمان بالغیب کی کیفیت رکھتا ہے۔ وہ اندھا دھند طریق سے چلتا ہے اس کو کچھ خبر نہیں۔ ہر ایک بات پر اس کا ایمان بالغیب ہے۔ یہی اوس کا صدق ہے۔ اور اس صدق کے مقابل خدا کا وعدہ ہے۔ کہ وہ فلاح پائیگا اولئک ھم المفلحون۔

اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے۔ ویقیمون الصلوٰۃ یعنے وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلیف کیطرف اشارہ کرتا ہے۔ جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنے جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اُسے مقابلہ ہے۔ جن کے باعث اُس کی نماز گویا بار بار گرتی پڑتی ہے۔ جس کو اس نے کھڑا کرنا ہے جب اس نے اللہ اکبر کہا۔ تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ وہ اُن سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے لڑتا مرتا ہے۔ لیکن نماز جو گری پڑتی ہو بڑی جانکنی سے اوسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہو بار بار ایاک نعبد و ایاک نستعین کہکر نماز کے قائم کرنے کے لئے دعا مانگتا ہے اور .... الصراط المستقیم کی ہدایت چاہتا ہے جس سے اوس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابلے میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں اخلد الی الارض ہو رہا ہوں۔ سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یقیمون الصلوٰۃ کی منشا کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا۔ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی کا قول ہے کہ ثواب اسوقت تک ہے۔ جب تک مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہوئے۔ تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم و صلوٰۃ اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جد و جہد سے وساوس کا مقابلہ ہے لیکن جب اُن میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہو گیا اور صاحب صوم و صلوٰۃ تردد کے تکلف سے بچ کر [illegible] سے رنگین ہو گیا تو اب صوم و صلوٰۃ اعمال نہیں رہتے اسموقع پر انہوں نے سوال کیا کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے کیونکہ ثواب تو اسوقت تک تھا جسوقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اُس کی ایک غذا ہے۔ اُسکے لئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔

مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں وہ کشتی کر رہے ہیں اور یہ نجات پا چکا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اُس کے مصائب بھی ختم ہو گئے۔ مثلاً ایک مخنث اگر کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کیطرف نظر اوٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کونسی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے اسمیں تو صفت بدنظری ہے ہی نہیں۔ لیکن ایک مرد صاحب رجولیت اگر ایسا کرے تو ثواب پاوے گا۔ اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض بعض امور میں اُس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی ہے۔ نفس کے ساتھ اُس کی مصالحت ہو گئی اب وہ ایک بہشت میں ہے۔ لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔ وہ ایک تجارت کر چکا ہے جسکا اب وہ نفع اوٹھا رہا ہے۔ لیکن پہلا رنگ نہ رہیگا انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے اس میں طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذت پاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ سو اتقا اور تقوے کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا وہ ایک قسم کا دعویٰ ہوتا ہے۔

اس کے بعد متقی کی شان میں و مما رزقنٰہم ینفقون۔ آیا ہے۔ یہاں متقی کے لئے مما کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اسوقت وہ ایک اعمیٰ کی حالت میں ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ خدا نے اُسکو دیا اسمیں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا۔ تو دیکھ لیتا کہ اوس کا کچھ بھی نہیں۔ سب خدا کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا جو اتقا میں لازمی ہے۔ اس حالت اتقا کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دئے میں سے کچھ دلوایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتقا کے درجہ سے گذر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے مما اون کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا۔ لیکن

یہ لازمہ متقی تھا۔ کیونکہ خدا کے راہ دینے میں بھی اُسے نفس کے ساتھ جنگ تھا۔ جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا۔ وہاں رسول اکرم نے سب خدا کو دیا۔ اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا۔

جیسے دھرم مہوتسو کے مضمون میں انسان کی تین حالتیں ذکر کی گئیں ہیں۔ جو انسان پر ابتدا سے انتہا تک وارد ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہاں بھی قرآن نے جو انسان کو تمام مراحل ترقی کے طے کرانے آیا۔ اتقا سے شروع کیا۔ یہ ایک تکلف کا راستہ ہے۔ یہ ایک خطرناک میدان ہے اُس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور مقابل بھی تلوار ہے۔ اگر بچ گیا تو نجات پا گیا والا اسفل السافلین میں پڑ گیا۔ چنانچہ یہاں متقی کی صفات میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں۔ اُسے سب کا سب خرچ کر دیتا ہے متقی میں ابھی اسقدر ایمانی طاقت نہیں جو نبی کی شان ہوتی ہے۔ کہ وہ ہمارے ہادی کامل کی طرح کل کا کل دیا ہوا خدا کا خدا کو دیدے۔ اسی لئے پہلے مختصر سا ٹیکس لگایا گیا۔ تاکہ چاشنی چکھکر زیادہ کے لئے طیار ہوجاوے وممارزقنا ہم ینفقون۔ رزق سے مراد صرف مال نہیں۔ بلکہ جو کچھ اُن کو عطا ہوا۔ علم۔ حکمت طبابت یہ کچھ رزق میں ہی شامل ہے۔ اُس کو اسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتا ہے۔ انسان نے اس راہ میں بتدریج اور زینہ بزینہ ترقی کرنا ہے۔ اگر انجیل کیطرح یہ تعلیم ہوتی کہ گال پر ایک طمانچہ کہا کر دوسرے طمانچے کے لئے گال آگے رکھ دی جاوے یا سب کچھ دے دیا جاوے۔ تو اُس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح تعلیم کے ناممکن التعمیل ہونے کے باعث ثواب سے محروم رہتے لیکن قرآن تو حسب فطرت انسانی آہستہ آہستہ ترقی کراتا ہے انجیل کی مثال تو اُس لڑکے کی ہے جو مکتب میں داخل ہوتے ہی بڑی مشکل کتب کی کتاب پڑھنے کیلئے مجبور کیا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ حکیم ہے اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل ہو۔

اس کے بعد متقی کے لئے فرمایا والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون یعنے متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اس پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ یہ امر بھی تکلف سے خالی نہیں۔ ابھی تک ایمان ایک محجوبیت کے رنگ میں ہے۔ متقی کی آنکھ معرفت اور بصیرت کی نہیں۔ اُس نے تقوی سے شیطان کا مقابلہ کر کے ابھی ایک بات کو مان لیا ہے۔ یہی حال اسوقت ہماری جماعت کا ہے۔ انہوں نے بھی تقوے سے مانا ہے اور ابھی وہ نہیں جانتے کہ یہ جماعت کہاں تک نشو و نما الہٰی ہاتھوں سے پانیوالی ہے سو یہ ایک ایمان ہے۔ جو بالآخر فائدہ رساں ہوگا یقین کا لفظ عام طور پر جب استعمال ہو تو اس سے مراد اس کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے۔ یعنے علم کے تین مدارج میں سے ادنی درجہ کا علم یعنے علم الیقین اس درجہ پر اتقا والا ہوتا ہے مگر بعد اس کے عین الیقین اس درجہ پر اتقا والا ہوتا ہے۔ مگر بعد اس کے عین الیقین اور حق الیقین کا مرتبہ بھی تقوے کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل کرلیتا ہے۔

تقوے کوئی چھوٹی چیز نہیں۔ اس کے ذریعہ ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے۔ جو انسان کے ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائی ہوئی ہیں۔ یہ تمام قوتیں نفس امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں۔ اگر اصلاح نہ پائیں گے تو انسان کو غلام کر لیں گے۔ علم و عقل ہی بُرے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے ہیں۔ متقی کا کام ان کی اور ایسا ہی اور کل قوی کی تعدیل کرنا ہے۔ ایسا ہی جو لوگ انتقام۔ غضب یا نکاح کو ہر حال میں بُرا جانتے ہیں۔ وہ بھی صحیفہ قدرت کے مخالف ہیں اور قوی انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قوے کا مربی ہو نہ کہ ان کا استیصال کرے رجولیت یا غضب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی میں رکھے گئے ہیں اُن کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے جیسے تارک الدنیا ہونا۔ یا راہب بن جانا۔ یہ تمام حق العباد کو تلف کرنے والے ہیں اگر یہ امر ایسا ہی ہوتا۔ تو گویا اُس خدا پر اعتراض ہے جس نے یہ قوی ہم میں پیدا کئے۔ سو ایسی تعلیمیں جو انجیل میں ہیں۔ اور جن سے قوے کا استیصال لازم آتا ہے۔ ضلالت تک پہونچاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی تعدیل کا حکم دیتا ہے ضایع کرنا پسند نہیں کرتا۔ جیسے فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ۔ عدل ایک ایسی چیز ہے جس سے سب کو فائدہ اوٹھانا چاہئے۔ مسیح کا یہ تعلیم دینا کہ اگر تو بری آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال ڈال اس میں اور قوی کا استیصال ہے کیونکہ تعلیم ایسی نہ کی کہ تو غیر محرم عورت کو ہرگز نہ دیکھ۔ اجازت دی کہ دیکھ مگر بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہئے۔ کہ اُس کے قوی پر کیا اثر ہوگا۔ کیوں نہ قرآن کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیز ہی کے دیکھنے سے روکا اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضایع کر دینے کا افسوس لگایا۔

آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ جانتے نہیں کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے۔ کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے۔ جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے۔ کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلاتامل اور بے محابا مل سکیں۔ سیریں کریں۔ کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے۔ بسا اوقات سننے و دیکھنے میں آیا ہے۔ کہ ایسی قومیں غیر مرد و عورت کو ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتے۔ یہ گویا تہذیب ہے۔ انہی بد نتایج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے ہی کی اجازت نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہو۔ ایسے موقع میں یہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح دو غیر محرم مرد و عورت جمع ہوں تیسرا اون میں شیطان ہوتا ہے۔ اون ناپاک نتائج پر غور کرو۔ جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے۔ بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے یہ انہی تعلیموں کا نتیجہ ہے اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو۔ لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس آدمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ ضرور چیز تباہ ہوگی اسلامی تعلیم کیا پاک تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھکر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس سے یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں۔ بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا۔ ایک عملی نتیجہ اُس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی اللہ تعالےٰ جسقدر قوے عطا فرمائے وہ ضایع کرنے کے لئے نہیں دئے گئے۔ ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی اون کی نشو و نما ہے۔ اسواسطے اسلام نے قوائے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ اون کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کیا۔ جیسے فرمایا۔ قد افلح المومنون اور ایسے یہاں بھی کہا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچکر آخر میں بطور نتیجہ یہ کہا۔ واولئک ھم المفلحون یعنے وہ لوگ جو تقوی پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں۔ نماز ڈگمگاتی ہے۔ پھر اُسے کھڑا کرتے ہیں۔ خدا کے دیے سے دیتے ہیں۔ باوجود خطرات نفس بلا سوچے گذشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔ اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سر پر ہیں۔ وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے۔ اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے۔ پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں جو منزل مقصود تک پہنچ جاوینگے (وباقی آئندہ)

آریہ دھرم

وید کی تعلیم کے رُو سے کہ ارواح اور مادہ خود بخود ہیں۔ پرمیشر کے وجود کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ تمام قویٰ جو روحوں اور ذرّات میں موجود ہیں کسی موجد کی محتاج نہیں۔ اور ان کا وجود کسی صانع کے وجود پر موقوف نہیں تو پھر صرف روح اور جسم کو جوڑنے کی صنعت جو ادنیٰ درجہ کی صنعت ہے کیونکر کسی صانع کی محتاج ہو سکتی ہے۔ غرض یہ خیال کہ پرمیشر نے بعض اجزا کو بعض سے جوڑا ہے اور روح کو جو قدیم سے خود بخود موجود ہے۔ اُن قدیم اجسام میں داخل کیا ہے۔ یہ نہایت کمزور خیال ہے اور اُس کو صانع کے وجود پر دلیل سمجھنا سراسر ناسمجھی ہے کیونکہ جب کہ یہ تمام چیزیں قدیم سے علیحدہ علیحدہ خود بخود موجود ہیں اور اپنے وجود اور بقا میں دوسرے کی محتاج نہیں تو پھر ان چیزوں کے باہمی اتصال یا انفصال کے لئے کیوں پرمیشر کی حاجت ہے۔ اگر پرمیشر کی ذات ایسی واقع نہیں جو اُسی سے تمام چیزوں کا ظہور ہو اور اُسی سے تمام چیزوں کی بقا رہو اور اُسی سے ہر ایک چیز کو فیض پہنچے تو خود اس کا وجود فضول ہو گا اور اس کے وجود پر کسی چیز کی دلالت کاملہ نہیں ہو گی۔ ہندوؤں کا یہ خیال کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کی ذات اور صفات کی معرفت کی سچّی کتابیں ہرگز اُن کو نہیں ملیں لہٰذا اُنہوں نے اپنے پرمیشر کے افعال اور اُس کی قوّت اور شکتی کو صرف انسان کی قوت اور شکتی پر قیاس کر لیا ہے۔ اُن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کیونکر انسان کی سچّی خوابوں اور واقعی کشفوں میں ہزارہا ایسی چیزیں وجود پذیر ہو جاتی ہیں کہ ابھی وہ بکلّی پردہ نیستی میں مخفی ہوتی ہیں اور سالہائے دراز کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نیستی سے ہستی نہیں کر سکتا تو کشفوں اور خوابوں میں ایسی ہستی کیوں ظہور میں آجاتی ہے جس کا خارج میں کوئی نام و نشان نہیں۔ مثلاً اگر کسی کے گھر میں بیس سال کے بعد بیٹا پیدا ہونا ہو تو کبھی کبھی ایسا عجیب کشف یا عجیب خواب اُس کو دکھلائی جاتی ہے کہ جو بیٹا پیدا ہونے سے پہلے بلکہ اُس بیٹے کی ماں کے وجود سے بھی پہلے وہ اپنے اس بیٹے کو خواب کی حالت میں یا کشف کی حالت میں بعینہٖ دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُس سے باتیں کرتا ہے اور بسا اوقات وہ بیٹا ایسے راز اس کو بتلاتا ہے کہ جو مدتہائے دراز کے بعد اور تحصیل علم کے بعد وہ طاقت بیٹے میں پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ انسان کی طرح مادہ اور پرکرتی کا محتاج ہے۔ تو مثلاً وہ بیٹا جو خواب میں یا کشف میں حاضر کیا جاتا ہے۔ جس کی ابھی ماں بھی ... پیدا نہیں ہوئی وہ کس مادہ یا پرمانو سے بنایا جاتا ہے۔ پس جبکہ وہ قادر اس قسم کی بناوٹ بھی جانتا ہے کہ اُس حالت میں کسی انسان کا نشان ظاہر کر دیتا ہے اور مجسم طور پر عین بیداری میں اُس کو دکھا دیتا ہے جبکہ وہ بکلّی بے نشان ہوتا ہے تو پھر اس سے زیادہ اور کونسی حماقت ہو گی کہ اُس قادر کو مادہ کا محتاج سمجھا جائے اگر ایسا ہی پرمیشر ہے تو اوس پر آئندہ کی دائمی خوشیوں کے لئے کوئی امید نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ آپ ہمیشہ مادہ اور روح کا محتاج ہے اور ایسی چیزوں کے سہارے سے اُس کی خدائی چل رہی ہے جو اس کے ہاتھ سے نکلی نہیں اور نہ نکل سکتی ہے۔ پس ہندوؤں کے ویدوں کی یہ صریح غلطی ہے کہ وہ خدائی طاقت اور انسانی طاقت کو برابر درجہ پر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی اتفاق سے جس کا بھید معلوم نہیں اس قدر روحیں اور مادے موجود چلے آتے ہیں جو پرمیشر کی اپنی پیدا کردہ نہیں اور انہی پر تمام کارخانہ پرمیشر گری کا چل رہا ہے اور اگر فرض کر لیں کہ وہ آئندہ کو کسی وقت معدوم ہو جائیں گی تو ساتھ ہی فرض کرنا پڑے گا کہ پرمیشر بھی آئندہ کو خالی ہاتھ بیٹھے گا۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ کیا خدائے حیّ و قیوم کی یہی صفات ہونی چاہئیں اور کیا اُس کی خدائی کی حقیقت اور اصلیت اسی قدر ہے کہ اس کی بادشاہت اُن چیزوں پر چلتی ہو جو اس کی اپنی ملکیت نہیں۔ غرض میں نے ان کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب کا گیان اور معرفت پرمیشر کی نسبت جو کچھ ہے یہی ہے کہ وہ اُس کو قدیم سے معطل اور صفت خالقیت سے محروم قرار دیتے ہیں اور انسانی پاکیزگی کی نسبت وید کی تعلیم جس کو پنڈت دیانند نے آریوں کو سکھلایا ہے بطور نمونہ یہ ہے کہ ایک آریہ اولاد کے لئے اپنی پیاری بیوی کو اپنی زندگی اور جوانی کی حالت میں دوسرے سے ہم بستر کرا سکتا ہے تا کسی طرح اولاد پیدا ہو جائے اس عمل کو ہندوؤں کے مذہب میں نیوگ کہتے ہیں پس جس مذہب کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ قدیم سے عاجز اور کمزور اور پیدا کرنے کی صفت سے بے نصیب ہے اور جس مذہب نے مخلوق کی پاکیزگی کا اسقدر خون کر دیا ہے کہ خاوند جو فطرتاً انسانی غیرت کا جوش اپنی بیوی کے معاملہ میں اسقدر اپنے اندر رکھتا ہے کہ روا نہیں رکھتا کہ کسی غیر کی آواز کی طرف بھی وہ کان لگا وے اسکو یہ ہدائیت کیجاتی ہے کہ اولاد کی ضرورت کے لئے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اپنی جورو کو غیر انسان سے ہم بستر کراوے ایسے مذہب سے کس بہتری کی اُمید ہو سکتی ہے

حضرت حجۃ اللہ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمدؐ

بخدمت اخویم مکرم مولوی محمد بشیر صاحب۔

بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ عنائیت نامہ جس کا لفظ لفظ اخلاص و تقوے سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لودہانہ میں مجھ کو ملا مگر چونکہ میں اتفاقاً ضلع علیگڈھ کی طرف چلا گیا تھا اور پھر واپس آکر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹ء کو قادیان کی طرف چلا آیا اسلئے جواب لکھنے سے مجبور رہا۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل سچ لکھا ہے جس سے خلوص اور طلب حق کی بُو آتی ہے اللہ جلشانہ نے قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی پانچ علامتیں لکھی ہیں جبتک وہ پانچوں علامتیں کسی میں نہ پائی جائیں تب تک وہ ولی اللہ نہیں ہو سکتا اور قبل اس کے جو کسی کی ولائیت کو شناخت کیا جائے اوس سے بیعت کرنا جائز نہیں لیکن اولیاء اللہ کو شناخت کرنا ہر ایک آنکھ کا کام نہیں۔ اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ینظرون الیک وھم لا یبصرون کچھ شک نہیں کہ اولیاء اللہ میں خوارق و آیات بینات پائی جاتی ہیں۔ لیکن جبتک خدا تعالیٰ نہ چاہے وہ موجب ہدائیت نہیں ہو سکتے۔ ہاں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ولی کے خوارق و آیات پر اطلاع پاوے اُس پر لازم ہے کہ دو طریقوں میں سے ایک طریق اختیار کرے۔

(۱) یا یہ کہ نہائیت درجہ کا دوست بن جاوے۔

(۲) یا یہ۔ کہ نہائیت درجہ کا دشمن بن جاوے کیونکہ جبتک دوستی یا دشمنی انتہا تک نہ پہنچے تب تک اس قوم کے خواص معلوم نہیں ہو سکتے۔ آپ جو طالب صادق ہیں اُمید ہے کہ دوستی میں ترقی کرینگے خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی طرف سے قوت و بصیرت بخشے آمین ثم آمین

والسلام علی من اتبع الہدیٰ

خاکسار غلام احمدؐ عفی عنہ

۲۴۔ اپریل

689

غفلت

نمبر ۲

۱۔ غفلت بدفہمی بے ایمانی۔ دُنیا پرستی اور استغنار عن اللہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا کیا بدکاروں کا یہہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ گر کفار کا تو یہہ حال ہے کہ تنبیہ و نصیحت سے مُنہ پھیرتے ہیں يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دنیا کی ظاہری باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔ صاف ظاہر ہے کہ جس شخص کی فطرت سلیم اور عقل درست ہے وہ کیسے چندروزہ لذائذ میں مبتلا ہو کر اپنے رب کریم سے غافل اور کیسے اپنی ناچیز طاقتوں اور قابلیتوں کو اپنے واسطے کافی سمجھ کر مولائے حقیقی کی عبادت اور استعانت سے لاپرواہ اور کیسے ہزاردر ہزارہا ظاہری عبرتوں اور آسمانی نصیحتوں کے درمیان بے خبر اور جاہل رہ سکتا ہے۔ یہ تمام بدمستی اور غفلت اوسی بدفہمی کا نتیجہ ہے۔ جس کو رب العلمین بدکاروں کی نسبت اس طرح ظاہر فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا۔ کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے۔

اگر انسان بدفہم ہو تو ایمانی اصول سے اوسکی اصلاح ہو سکتی ہے جو شخص خداوند عالم کو اپنا سچّا مولےٰ سچّا مددگار۔ سچّا خیرخواہ سچّا ہادی اور حساب اعمال کو واقعی و صحیح مانتا ہے وہ اس ایمان کے نتیجے ناملوم طور پر بہت کچھ ترقیات کر سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو ایمانیات کے مطابق بنائے رکھے اور پوری امید اور یقین کے ساتھ خداوند عالم کی رہبری اور مدد کا طالب بنا رہے۔ ایسا شخص احکام الٰہی سُنکر فوراً بشاش اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ پس بے ایمانی کی علامت ہے کہ انسان کو آیات الٰہی سنائی جاویں پر وہ اون سے محفوظ نہو بلکہ لاپرواہ یا متنفر رہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّاۤ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ کفار لوگ نصیحت سے مُنہ پھیر لینے والے ہیں۔ دُنیا پرستی ایک ایسا اندھیرا ہے کہ انسان کی روح کو مردہ بنا کر اوس کے دینی اور اخلاقی طاقتوں کو برباد کر دیتی ہے۔ پھر اس کو اپنے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا کچھ خیال نہیں رہتا چنانچہ ظاہر ابھی ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ فوری عدالتوں اور جیلخانوں کی موجودگی میں چوری۔ ڈاکہ کیمیاگری کے نالی۔ راشی۔ ایسے بیباکانہ طور پر اپنی شرارتوں میں مشغول رہتے ہیں کہ کچھہ پرواہ نہیں کرتے اور جسقدر زیادہ کوئی مشاق ہو اوسیقدر زیادہ بیخوف ہو جاتا ہے ایسا ہی دینی مجرموں کا حال ہے کہ نفس پرستی میں پڑ کر حساب آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں بلکہ دنیاوی بلاؤں اور ذلتوں کی بھی کچھہ حقیقت نہیں سمجھتے محض ظاہری اور موجودہ باتوں پر نظر رہجاتی ہے۔ سچ ہے يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دُنیاوی زندگانی میں سے ظاہر باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔

۲۔ غفلت میں انسان کا دل غیر مستقل رہتا ہے اور آخرکار دینی و دنیاوی خرابیوں کا باعث بنجاتا ہے چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ کنارہ پر اللہ کی عبادت کرتا ہے پس اگر بھلائی اس کو پہنچے تو اُس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو جدہر سے آیا تھا اولٹا اودہر ہی کو لوٹ جاتا ہے دنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی۔ یہی تو صریح بربادی ہے۔ غفلت میں انسان کی حالت گھاس پھوس کے مشابہ ہو جاتی ہے جس طرف کی ہوا چلی اسی طرف کو ہلنے لگتا ہے۔ ایسا ہی غافل آدمی جس قسم کی بات سنتا جس قسم کی صحبت میں بیٹھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اپنی عقل اور تمیز کچھہ خرچ نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ یہ فعل حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز۔ مفید ہے یا مضر۔ اور چونکہ عموماً صحبتیں خراب ہیں اس لئے زیادہ تر خراب تحریکات پیش آتے رہتے اور اس کو برباد کرکے چھوڑتے ہیں چنانچہ اسی طرح یہ لوگ راست روی اور دین کو چھوڑ کر آوارہ گرد شطرنجباز۔ مرغباز۔ تماش بین۔ بھنگی۔ چرسی۔ افیونی۔ زانی۔ ریاکار۔ اور جرائم کار بنجاتے ہیں۔ فی زمانہ ایک اور سخت بلا ہے کہ یورپین خیالات اور عادات سے متاثر ہو کر خداپرستی اور دینداری سے اکثر غافل ہوتے جاتے ہیں۔ ظاہری بناوٹ اور نمائش میں ایسا پھنستے ہیں کہ اپنی قوم کا کچھہ خیال نہیں رکھتے۔ ظاہر پرستوں کا تو یہ حال ہوتا ہے کہ یورپ کی سنت کتنی ہی قدر اوقات اور جہد فی العلم کو تو پکڑتے نہیں بلکہ لباس میں تمام تر تنالی محدود رہجاتی ہے۔ طرز لباس بذات خود دین کا کوئی جز نہیں ہے مگر دین سے غفلت اور اسلامی شعار سے دوری بیشک قابل افسوس ہے حالانکہ تمام علوم اسلام کے مدد اور ریاکاری کے مخالف ہیں مگر غفلت اور بدفہمی سے ریاکاری ہی زیادہ ترقی کرتے ہیں جسکا نام تہذیب اور نئی روشنی رکھا گیا ہے فی الحقیقت نئی روشنی ایک عمدہ روشنی ہے جس نے لغویات ہزلیات اور کذب کو بہت کچھہ صاف کیا ہے۔ مگر ریاکاری کا نام نئی روشنی یا تہذیب رکھنا سخت غلطی ہے۔ جو چاہے دیکھ لے قرآن مجید ایسے لوگوں کا کیسا کامل نقشہ کھینچکر فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْۤ اُذُنَيْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ اور جب اس کو ہماری آیتیں پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو متکبرانہ مُنہ پھیر کر چلدیتا ہے گویا کہ اوس نے اون کو سُنا ہی نہیں گویا کہ اُس کے دونوں کانوں میں ٹینٹ ہیں پس اے محمدؐ ایسے شخصوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔

۳۔ واہیات قصّے نامعلوم طور پر انسان کو بے دین بنا دیتے ہیں مگر وہ آیات الٰہی کو ہنسی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ اور لوگوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصّے مول لیتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا سے بہکاوے اور آیات الٰہی کی ہنسی بنائے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنیوالا عذاب ہے۔ اس آیت کی شان نزول کی نسبت مفسّرین نے لکھا ہے کہ کفار میں سے ایک شخص تھا نضر بن حارث نام وہ فارس کی داستانیں لوگوں کو سنایا کرتا تاکہ لوگ اون قصّوں میں مبتلا ہو کر قرآن سے متنفر ہو جائیں اور کہا کرتا کہ محمد تمکو عاد و ثمود کے قصّے سناتا ہے اور میں رستم و اسفندیار کے کارنامے سناتا ہوں اگر اس زمانہ پر غور کیا جائے تو ایک نضر بن حارث کیا لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ واہیات قصّے مطالعہ کرکے لوگوں کو سناتے اور خود تصنیف کرتے ہیں قصہ ایسے ہیں تب سراسر کذب اور افترا ہیں مرثیے ہیں تب سراسر لغو اور باطل ہیں غزلیں ہیں تب محض بکواس اور خرافات ہیں دیوان ہیں تب دیوانہ وار بہک اور ہزلیات ہیں بیہودہ فسانوں اور ناولوں کا تو کچھہ حد و حساب ہی نہیں۔ اگر کسی مطبع یا کتب فروش کی فہرست ملاحظہ کرو تو نصف سے زیادہ غزلیات۔ دیوان۔ فسانے اور ناول ہی ہونگے خلوت میں کیا اور جلوت میں کیا عشقیہ مضامین اور جھوٹے قصّوں کا خوب رواج اور چرچا ہے مولویوں کے وعظوں میں بیٹھکر دیکھو تو اون کے فسانوں نے سب کے ہی کان کتر ڈالے جس کا نام شاعری اور عبارت آرائی ہے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ جھوٹ اور افتراؤں کا اکھاڑہ ہے۔ اس تمام کا نتیجہ کیا ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں مبالغہ اور افترا نے ایسا گھر کر لیا کہ صاف صاف اور سیدھی بات سے کچھہ مذاق ہی نہیں رہا۔ بلکہ دینیات میں بھی مبالغہ آمیز مسئلے اور افترائی قصّے داخل ہوئے قرآن کا مذاق کلیتہً دور ہو گیا۔ باقی دارد +

ج

نُصرت المومنین

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنَىٰ

یعنے

موٴمنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اُن کے لئے بہتری ہی بہتری ہے*

اول - اللہ تعالےٰ پر جو بندوں کے حقوق بہ تقاضائے عدل ورحم ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مقابلہ کے وقت اپنے پاک بندوں کی خاص مدد کرے اُن کے رزق اور عزت کا حامی ہو اور اون کا ہادی اور والی اور نگہبان رہے - چنانچہ وہ خود فرماتا ہے وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ "موٴمنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ "تحقیق جو لوگ اللہ کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں اون کے واسطے مغفرت اور عزت والا رزق ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "تحقیق اللہ تعالیٰ موٴمنوں کا ہادی ہے" اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اللہ موٴمنوں کا والی ہے" اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اللہ موٴمنوں کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے" وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ "اللہ ضرور ضرور اُس شخص کی مدد کرتا ہے جو اُس کی خدمت کرتا ہے" وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ "جو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور موٴمنوں سے محبت کرتا ہے پس اللہ کا ہی گروہ غالب رہتا ہے"

ان آیات بینات سے صاف ظاہر ہے کہ ایماندروں کا اللہ حامی - ناصر - والی - حافظ اور ہادی ہے - اون سے محبت کرتا اون کے گناہوں کو بخشتا عزت کا رزق دیتا - بلاؤں کو اُن سے دور رکھتا اور مقابلہ کے وقت اُن کو غلبہ دیتا ہے - علم حیوانات میں یہ مانا ہوا مسئلہ ہے - مد ... بھی شاہد ہے کہ تمام مخلوقات میں اپنے اپنے غلبہ اور قیام کے واسطے ہمیشہ کشمکش رہتی ہے جو قابل تر ہیں ہے - وہ غالب اور قایم رہتے - جو ناقص تر ہیں وہ مغلوب اور نابود ہوتے جاتے ہیں - عدالت اور راستی ایمانداری کے اعلیٰ اور ضروری اجزا ہیں جس قوم میں یہ نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں جو شخص ظلم کرتا اور جھوٹھ بولتا ہے اور ساتھ موٴمنیت کا دعویٰ رکھتا ہے وہ فی الحقیقت جھوٹا اور بے ایمان ہے - تمام عالم اس کے کذب پر شہادت دیگا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اُسکو باطل ثابت کرے گا - چنانچہ وہ خود فرماتا ہے يَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ - "اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا اور حق کو حق ثابت کرکے دکھاتا ہے" جھوٹا دعوے کوئی چیز نہیں سچے موٴمن بنو اور عملاً راستی اور عدالت سے اسکی سچائی ظاہر کرو - پھر دیکھو کہ قدرت الٰہی کس کس طرح مدد کرتی اور بے ایمانوں کے مقابلہ پر تمہارا کیسا غلبہ ظاہر کرتی ہے خداوند عالم کے ہاتھ میں ایک میزان ہے جس میں تمام شخصوں اور قوموں کے ایمان اور اعمال کا موازنہ ہوتا رہتا ہے اور ان اعمال کے مطابق ہی قومیں زیر وزبر ہوتی رہتی ہیں چنانچہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ "تحقیق اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدل لے"

دوم - جس قوم پر خدا کا رسول کلام الٰہی کے ساتھ نازل ہوا اوس کا عروج احکام الٰہی کی اطاعت پر منحصر رہا اور رہے گا - چنانچہ اللہ کریم فرماتا ہے لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى "جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اون کے واسطے بہتری ہی بہتری ہے" لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ "جو لوگ بھلائی کرتے ہیں اون کے واسطے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے - اور آخرۃ کا گھر تو اور بہتر ہے" جناب نوح علیہ السلام جو اپنی قوم کو ایک آنے والے عذاب کی خبر دیتے اور اس سے ڈرانے کے واسطے مامور ہوئے تھے اپنی قوم کو خفیہ اور علانیہ طور پر فرداً اور مجمعوں میں سمجھاتے رہے مگر کسی نے نہ مانا - آخر کار فرماتے ہیں - فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ؕ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۚ "پس میں نے کہا اب رب سے استغفار کرو تحقیق وہ تم پر پانی برسانے والا آسمان سے بھیجے گا - تمہارے مالوں اور اولاد کو بڑھائے گا - اور تمہارے لئے باغ اگائیگا اور نہریں جاری کرے گا - تمہیں کیا ہوگیا کہ اللہ سے بڑی بڑی امیدیں نہیں رکھتے" ایسا ہی سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم عاد سے فرماتے ہیں وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ - "اے میری قوم اپنے رب سے استغفار کرو - پھر اوس کی طرف جھک جاؤ - وہ پانی برساتا ہوا آسمان تمہاری طرف بھیجے گا اور تمہاری موجودہ قوت کو اور ترقی دے گا اور سرکشی کرکے مجرم مت بنو" ایسا ہی شعیب علیہ السلام اپنی قوم مدین سے فرماتے ہیں وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ "اے میری قوم اپنے پیمانہ اور ترازو کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو اون کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو اگر تم موٴمن ہو تو تمہارے واسطے بقیّت اللہ بہتر ہے" یعنی جو ایمانداری سے بچے رہے بہتر ہے" ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن کریم وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ۝ "اور جب ناپ کر دو تو پورا ناپ کرو اور سچی تراز و سے تولو - یہ بہتر ہے اور اسکا انجام اچھا ہے" قرآن مجید اہل تورات وانجیل کی نسبت فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ - "اگر یہ لوگ توراة وانجیل کو اور نیز اون صحیفوں کو جو اُن کی طرف اون کے رب کی طرف سے نازل ہوئے قایم کرتے تو ضرور سروں کے اوپر اور پاؤں کے تلے سے رزق حاصل کرتے" یعنی ایسی برکتیں ہوتی کہ اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی اوبلتا - چنانچہ اہل توراة وانجیل نے اپنی کتابوں کو قایم کیا تمام دنیا کی زبانوں میں اون کے ترجمہ شایع کئے اور واعظ بھیجے اب اُس کی حد میں بافراغت رزق کھا رہے ہیں جو فی الحقیقت سروں کی طرف سے بھی برس رہا ہے - اور پاؤں کے نیچے سے بھی اوبل رہا ہے - یہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جس کا ظہور اسوقت تمام عالم میں مشاہدہ ہو رہا ہے ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن مجید فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ "اگر ان بستیوں کے رہنے والے خدا کو مانتے اور خدا ترس بنتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازہ

ان پر ضرور کھول دیئے مگر انہوں نے تکذیب کی اس لئے ہم نے ان کے کرتوتوں کی سزا میں جو وہ کرتے تھے انہیں پکڑ لیا۔ اسی طرح پر جناب آنحضرت سید المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی نسبت سورۂ ھود میں فرماتے ہیں وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ۔ اور یہ کہ اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھے سامان عطا کریگا اور ہر ایک اہل فضل پر اپنا فضل کریگا اور اگر سرکشی کروگے تو مجھ کو تمہاری نسبت ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔

سوم۔ ہر ایک ربانی کلام اور رسول کے ساتھ عذاب الٰہی بھی ضرور ہوتا ہے تاکہ بے باک اور ناپاک لوگ اسی طرح پر اس کی طرف متوجہ ہوں بلکہ جب ہر بدکار قوم کو رب العالمین برباد کرنا چاہتا ہے پہلے اس کے مرفہ الحال لوگوں کی طرف احکام بھیجتا ہے۔ پس جب وہ نافرمانی کرلیتے ہیں تب عذاب کے مستحق ٹھہر جاتے ہیں اور ہلاک کر دیئے جاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا اَخَذْنَا اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ۔ ہم نے جس کسی گاؤں میں کوئی نبی بھیجا۔ ساتھ ہی اس کے باشندوں پر مصیبتیں بھی ڈالیں اور نقصانات بھی پہنچائے۔ تاکہ وہ گڑگڑائیں پس اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک نبی کے ساتھ ایک تنگی اور مصیبت بھی ضرور آتی ہے تاکہ ان کے دل گداز ہو کر خدا کی طرف جلدی جھکیں اور نبی کی تعلیم کو سنیں کیونکہ عموماً کوئی نبی ایسے ہی وقت میں آتا ہے جبکہ غفلت۔ بے خوفی۔ اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بلا سخت مصیبتوں کے لوگ خدا کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ برعکس اس کے قرآن مجید یہ بھی فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک رسول مبعوث نہ فرمائے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۔ اور ہم عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کسی رسول کو نہ بھیج لیں۔ اور جگہ فرماتا ہے وَاِذَا اَرَدْنَا اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ۔ اور جب کبھی ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کریں تب اس کے مرفہ الحال لوگوں کی طرف ایک حکم بھیجتے ہیں۔ پس وہ نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر قول عذاب حق ہو جاتا ہے۔ پس اس کو مار کر تباہ کر دیتے ہیں۔

چہارم۔ جو قوم کسی رسول یا کلام الٰہی کی مخالفت کرتی ہے اس پر دنیا میں بھی عذاب نازل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جسقدر زیادہ کوئی قوم اس سے مخالفت کرتی ہے اسی قدر جلدی ہلاک کر دی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۔ یعنی جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں ان پر نافرمانیوں کی سزا میں عذاب نازل ہوتا ہے پھر کلیہ قاعدہ کے طور پر فرماتا ہے كُلَّمَا جَاءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۔ جب کبھی کسی امت کی طرف اس کا رسول آیا اس نے اس کی تکذیب کی اس لئے ہم نے بھی ایک کو ایک کے پیچھے ہلاک کیا اور ان کے افسانے بنا دیئے۔ بے ایمان لوگوں پر لعنت ہے۔ پھر ایک جگہ پر تمثیلات سے قرآن مجید اس مسئلہ کو اسی طرح پر واضح فرماتا ہے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب توریت دی اور ان کے بھائی ہارون کو وزیر کے طور پر اس کے ساتھ کیا پھر ان کو حکم دیا کہ ان لوگوں کی طرف جاؤ جو ہمارے نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں (پس وہ گئے اور سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہوئے) اس لئے ہم نے ان کا کھوج تک مٹا دیا اور قوم نوح نے بھی جب ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تب ہم نے ان کو غرق کر دیا اور ان کو لوگوں کے واسطے ایک عبرت کا نشان بنا دیا اور ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے اور اسی طرح عاد اور ثمود اور خندق والوں اور ان کے درمیان میں اور بہت سی امتوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور سب کو ہم نے اور لوگوں کی مثالیں دے دیکر سمجھایا مگر کسی نے نہ سمجھا۔ اس لئے ہم نے سب کا ستیاناس کر دیا اور یہ لوگ ضرور اس بستی پر بھی ہو کر گذرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے ہیں تو کیا انہوں نے اس کو دیکھا ہوگا۔ مگر اصل یہ ہے کہ ان لوگوں کو مرنے کے بعد جی اٹھنے کا یقین نہیں اور اے پیغمبر جب کبھی یہ لوگ تجھکو دیکھتے ہیں ٹھٹھے ہنسی کرتے اور کہتے ہیں کیا اسی کو اللہ نے رسول کرکے بھیجا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ۔ فَقُلْنَا اذْهَبَا اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۔ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۔ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ۔ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۔

نظم جو افتتاح کالج کے موقع پر مولوی مبارک علی صاحب و مولوی عبداللہ صاحب نے پڑھیں۔ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں ——— ایڈیٹر

نظم

(از مولوی مبارک علی صاحب)

مرا سزد کہ بنازم بہ بخت بیدارم
کہ آفرید مسلماں مرا خدائے جہاں
دریں زمانہ بہ بخشید خلعت ہستی
کہ دارد آں شرف بعثت مسیح زماں
فزوں تر از ہمہ جود و عطا ہمیں کرمے
کہ پیش روئے مسیحم شگفتہ دل خنداں
نہ از لیاقت من است و نے ز خوبی من
کہ دست حکمت ایزد کشیدم از احسان
بپائے بوسئی آں دلستاں مرا آورد
بعز معرفت حق نواختم شاداں
بر آستانۂ دولت سرا سر افگندم
چو دیدم از سر طارم خورِ بدری اختراں
عطا نمود مرا منصبے بمدرسہ اش
نشاند بر سر کرسی بجملہ استاداں
مبارک است پئے افتتاح ایں کالج
کہ بر کشاد خدائیش میان دار اماں
سزد کہ گوئیمش اکنوں کمال گاہ علوم
بجا است گر شمرم جنتش پئے صبیاں
ہزار رفعت و برکت نصیب او بادا
کہ ہست بانی و حامیش مرسل یزداں
خجستہ منزل و فرخ نژاد و خوش محضر
جناب خان معظم امیر ذی الاشان
باہتمام و نظامش بعزم دل پرداخت
فزود رونق و رنگ و بہار ایں بستاں
چو فکر از پئے سال کشادنش کردم
بگفت ہاتف غیبم بگوش دل عمراں
۱۳۲۱

(از مولوی عبداللہ صاحب)

وقت بہار موسم شادی فرا رسید
از روئے پاک میرزا صبح صفا دمید
روئے جہان تیرہ منور شدہ ازو
در باغ ناز کوئے او باد صبا وزید
از قسمت فرخندہ و زسعادت ازل
صد شکر حق کہ اینچنیں نوبت بما رسید
اے دل بگو کہ اینچنیں ایام و این امام
برروئے این جہان عیاں جز ما بگو کہ دید
چوں این مہ صداقت اسلام شد عیاں
پس جان ما ز پنجۂ ابلیس ہم رہید
از چشمہائے خویش نور حق بدیدہ ایم
این گوشہائے ما ندائے ایزدی شنید
پس صد سلام بر تو با دلے امام ما
آنکس چہ دید در جہان کہ روئے تو ندید
صد آفرین جماعت دار العلوم را
کو پردۂ جہالت عالم عیاں درید
این کالج و جماعت مہدی چو گلشنے
بر سطح این زمین عیاں باغ ارم دمید
کسر صلیب و کشتن دجال کینہ ور
زیر سپہر نیلگوں آمد از و پدید
یارب چناں بکن کہ این دار العلوم ما
باشد نشان حق تعالےٰ ز بہر دید
این فوج نو بتاج ظفر و کمال دین
باشد بزیر آسماں جماعت سعید

شیطانی تسلّط کی تجدید

یہ اس مضمون کا عنوان ہے جو کونٹ ٹالسٹائی نے فرانس کے ایک سربرآوردہ ماہوار رسالہ میں پچھلے دنوں شائع کرایا تھا۔ کونٹ مذکور یورپ کے مشاہیر میں سے ہے دیار مغرب میں طفل مکتب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ ہندوستان کی اخبار خوان جماعت بھی اس کے نام سے بیخبر نہیں رہی لیکن چونکہ اس کے حالات بشرح و بسط غالباً زیادہ کو معلوم نہ ہونگے اس لئے اس کے مضمون کا لب لباب دینے سے پہلے مجمل طور پر اسکے کچھ حالات بیان کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ شخص روسی نژاد اور وہاں کا ایک نامور امیر ابن امیر ہے اسوقت اس کی عمر ۷۵ برس کی ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت میں جوانوں کو مات کرتا ہے اوائل عمر میں فوج میں داخل ہوا۔ اور ابھی اسی صیغہ میں تھا کہ اس کی پہلی کتاب شائع ہوئی تب سے سمجھا گیا کہ یہ نوجوان ایکدن میدان سخن کا نامور شہسوار ہوکر رہے گا۔ طبیعت میں علمی مذاق غالب تھا۔ مجاہدہ کریمیا کے بعد نوکری چھوڑ دی اور اپنے علاقہ میں جاکر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگیا۔ ناول نویسی میں اس کا نام روسی ادیبوں کی فہرست میں چوٹی پر ہے اس کی تاریخی تصنیفات میں بھی کچھ کم پایہ کی نہیں۔ اسے نامور بنانے کے لئے یہی امر کافی نہ تھا لیکن اسی پر اکتفا نہ ہوا۔ فطرت نے اسے سخنوری کے دوش بدوش انسانی محبت و درد۔ اخلاقی جرأت مردانہ آزادی۔ اور راست بیانی سے بھی بہرہ وافر عطا فرما دیا تھا۔ ہمدردی نے اسے سب سے اوّل اپنے ملک کے بے زبان کاشتکاروں کی حمایت پر کمربستہ کیا روس میں ۱۸۶۱ء تک کاشتکار اپنے امیر مالکان اراضی کے واقعی غلام قانوناً تصوّر ہوتے اور اُن کو غلاموں کا سا ہی برتاؤ ہوتا تھا۔ کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے امراء کی مطلق العنانی میں بہت فرق آتا تھا اور وہ طبعاً اس کے مخالف تھے مگر کونٹ ٹالسٹائے کی آرزو جلد پوری ہوگئی۔ اور زار نے فرمان آزادی صادر کردیا۔ اس دن سے روس کے تمام کاشتکار اپنے ظالموں کی جماعت کے اس ایک فرد امیر ابن امیری ٹالسٹائے کے نام پر جان دیتے ہیں۔ اس کی آزادانہ تحریر اور سوشل خرابیوں کی اصلاح کی مسائل سے روسی حکومت اس سے خوش نہیں مگر اس ہردلعزیزی کی وجہ سے وہ اس سے معترض ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے اور یہی ہردلعزیزی ہے جس نے روس کے کمال جابر مذہبی محکمہ سے بھی ٹالسٹائے کو کچھ گزند نہیں پہنچنے دیا روسی مسیحی مذہب کے فرقہ یونانی کلیسیا کے تابع ہیں۔ جو بلحاظ عقاید و عمل توحید کی بجائے رومن کیتھولک فرقہ سے بھی کچھ بڑھ کر ماسوے اللہ کی پرستش اور اولیاء پرستی کی طرف مایل ہے اور یہ اس پر مستزاد ہے کہ سرکاری مذہب بھی یہی ہے اور حکومت بزور حاکمانہ اس مذہب کے عقاید و اعمال کی حامی اور معاون ہے کسی کو اسپر اعتراض کرنے کا یارا نہیں۔ بنا بریں روس میں پادریوں کا تسلط اس بیسویں صدی میں بھی قدیم پوپلی زمانہ سے بھی کچھ بڑھا چڑھا ہوا ہے چند برسوں سے ٹالسٹائے توہمات اور مذہبی جبر کا مانہ کے اس قلعہ کی بیخکنی کے درپے ہورہا ہے اور اصلی و حقیقی مسیحی مذہب کی درست کیفیت واضح کرکے اپنے ہموطنوں کو کورانہ تقلید۔ مذہبی جکڑ بند اور نیم مشرکانہ اعمال و اعتقادات سے مخلصی دلانیکی کوشش کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ مذہبی صیغہ نے اسکی پے در پے یورشوں سے کمال برافروختہ ہوکر ۱۹۰۱ء میں اسے بیدین و ملحد قرار دیدیا۔ اور کلیسیا سے خارج کردیا یہ فیصلہ کسی اور کے حق میں صادر ہوتا تو اس کا چند دن بعد ہی دنیا میں کچھ وجود نہ رہ جاتا۔ مگر ٹالسٹائے کی ہردلعزیزی۔ ثابت قدمی اور نیک نیتی اس نازک موقع پر بھی آڑے آگئی۔ اور اصدار فتویٰ کے سوا اس صیغہ جس سے حکومت بھی ڈرتی ہے کونٹ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ مذہب کے بعد اب موجودہ مغربی تہذیب اور اس کے جدید لوازمات کی باری آئی ہے اسی تہذیب کو وہ شیطانی تسلط سے تعبیر کرتا ہے جس کے متعلق اس آزاد و نڈر رند خلاسفر کے خیالات ناظرین کی دلچسپی۔ افادہ اور آگاہی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جن امور و ایجادات کو ہم ترقی کے ثبوت سمجھتے ہیں۔ اس کی نظر میں وہ شیطانی ہتھکنڈے اور چالیں ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ دُنیا کو پھر اپنے تسلط میں لے رہا ہے وہ اس خیال کو ایک داستان کے پیرایہ میں بیان کرتا ہے اس کہانی کا ملخص یہ ہے:۔

شیطان اپنے جہنمی علاقہ میں اداس بیٹھا ہے کیونکہ دُنیا کی بادشاہی اس کے ہاتھ سے چھن گئی ہے۔ انبیاء نے خلقت خدا کو سیدھے راستہ پر لگا دیا دوزخ کے دروازے بند ہوگئے۔ شیطان بےبس و بیچارہ ہوکر اپنے مسکن میں گویا جکڑا بیٹھا ہے۔ کوئی نیا شکار ہی دوزخ کا ایندھن نہیں بن رہا۔ بلکہ پرانے خطاکار بھی کافی سزا بھگت لینے پر عفو رحمانی سے مستفید ہورہے اور جہنم سے رہائی پارہے ہیں کئی سو برس اسی طرح گذر گئے اور شیطان کو گم کردہ اقتدار کے واپس پانے کی کچھ امید نہ رہ گئی۔ لیکن اس کے چیلے چانٹے بیکار نہ رہے تھے۔ ایک دن اپنے مغموم و متفکر آقائے نعمت کو اُنہوں نے ناگہاں دنیا کی فتح کا مژدہ آسنایا شیطان کی باچھیں کھل گئیں۔ اور پوچھا۔ یہ کیسے ہوا؟ اس پر پہلے خناس نے جواب دیا "جب میں دنیا میں گیا تو لوگوں کو بالکل مطمئن و خوش پایا۔ میں نے ان کے ایمان غارت کرنے کے لئے رچرچ (کلیسا یعنی مذہبی معاملات کی منصرم جماعت) کو ایجاد کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج خدا کے کلام پر کسی کا ایمان نہیں بلکہ میری ایجاد پر دل و جان سے فدا ہیں۔ میں نے اعتقادی مسائل پر لوگوں میں کچھ کچھ اختلاف پایا۔ اور ان کو پٹی پڑھا دی کہ یہ اختلاف نہایت اہم ہے اور کہ تم راستی پر ہو۔ پھر کیا تھا سب آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ یہ جادو چل گیا۔ اور نزاع باستحکام قائم ہوگئی لیکن کچھ عرصہ بعد مجھے خوف لاحق ہوا۔ کہ کہیں ان پر میرا فریب نہ کھل جائے۔ اس کی روک کے لئے میں نے کلیسا کا شاندار خسانہ کھڑا کردیا۔ اور لوگ خدا کو چھوڑ کر اس کے شیدا ہوگئے اور اس دن سے مجھے بیفکری ہوگئی" شیطان ایک چیلہ کو اپنے سے زیادہ ذہین پاکر کچھ سٹ پٹایا۔ اور اس سے پوچھا۔ یہ کلیسا کیا بلا ہے؟ جواب ملا "کلیسا اس کا نام ہے کہ جب انسان جھوٹ بولیں اور ان کو معلوم ہو کہ ان کی بات پر اعتبار نہیں کیا گیا تو خدا کو بطور گواہ درمیان میں لائیں کلیسا کا یہی کاروبار ہے نہیں۔ مذہبی اختلافات کی بنا پر انسانوں کو عقوبت پہنچانے کے دستور کا بانی مبانی بھی وہی ہے" یہ سنکر شیطان اور بھی حیران

ہوُا۔ اور پوچھا کہ آپ بھی خود پسندی برو نیز ان تم پسند کی تعلیم کیا ہوئی۔ چیلے نے اس کے جواب میں یہ کہانی سنائی ایک بدکن جادوگر ایک شخص کے درپے آزار ہوُا۔ ایک اور صالح جادوگر کو رحم آیا۔ اور اس نے انسان کو اسکو شر سے بچانے کے لئے سرسوں کا دانہ بنادیا یہ دیکھکر بدکن نے فوراً مرغ کی شکل اختیار کرلی اور قریب تھا کہ دانہ کو نگل جائے۔ کہ نیک نہاد ساحر نے اس دانے پر سرسوں کا ایک ڈھیر لگا دیا۔ کہ بدکن نہ سارے کو کھا سکے۔ نہ اس ایک دانے کو پہچان سکے۔ یہی تدبیر میں نے اختیار کی۔ میری صلاح پر انسان نے ایک کتاب اللہ کے علاوہ سینکڑوں اور کتابوں کو مقدس مان لیا۔ اور سمجھنے لگے۔ کہ ان کا بھی لفظ لفظ کلام الٰہی ہے۔ مصنوعی پاک کلاموں کے اس تودہ میں وہ سچی اور سادہ تعلیم ایسی مل جل گئی کہ نہ اب وہ ان سب کلاموں پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس ایک کو جسکی انسان کو اشد ضرورت ہے پا سکتے ہیں۔

یہ سنکر شیطان نے شاگرد کو شاباش دی۔ کل اعیان کے ساتھ ملکر خوب ہنسا اور بولا معلوم ہوگیا کہ حضرت انسان بدستور ویسے ہی چور بدمعاش اور لقے اٹھائی گیر ہیں۔ ان کی کچھ اصلاح نہیں ہوئی۔ اب ایک اور دیو قامت جسکی پیشانی پر دو سینگ تھے اور پاؤں مڑے ہوئے تھے۔ سامنے آیا۔ اور عرض کیا کہ ہاں حضور انسان بدستور چور اُچکے ہی ہیں میں نے اُن کو اس بدی پر قایم رکھنے کے لئے وہی تدبیر اختیار کی جسے ہمارے باپ اور خدا وند نعمت یعنے حضور والا طالوت کے بادشاہ منتخب ہونے کے موقع پر عمل میں لائے تھے۔ میں نے ان کے کان میں پھونکا کہ ایک دوسرے کی لوٹ مار کو بند کرنیکی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ ایک شخص کو کامل اختیارات دیکر اس ایک کو لوٹنے دیا جائے۔ یہ مشورہ مان لیا گیا۔ انہوں نے آئین وضوابط مرتب کرلئے اور حکومتیں قایم کی گئیں۔ جن کی طفیل معدود چند ملک کی باقیماندہ جفاکش اور محنتی آبادی کو کھلے بندوں جب چاہیں۔ لوٹ سکتے ہیں۔

یہ سن کر شیطان پھر حیران ہوُا۔ کہ جس دنیا کو اپنے دشمنوں سے پیار کرنے کی تلقین کی گئی ہو۔ اس میں یہ خون خرابہ پھر کس طرح قایم ہو سکتا ہے۔ شاگرد بولا جناب یہ تو کچھ مشکل معمہ نہیں۔ میں نے لوگوں کے دل میں ڈال دی۔ کہ دنیا میں بہتر صرف تم ہی ہو۔ جرمن ہوُا تو اُسے کہا۔ دنیا میں بہشت جرمنی ہی ہے۔ فرانس۔ انگلستان اور روس میں تو نرے وحشی بستے ہیں۔ وقس علیٰ ذالک سب کے دماغ میں جب یہی خبط سما گیا تو ان میں ایکدوسرے سے نفرت اور خوف پیدا ہوگیا اور جملہ اقوام نے اپنی ہمسایہ اقوام کے برخلاف وہی روش اختیار کرلی۔ جو چوروں اور قاتلوں کی ہوتی ہے۔ شیطان نے خوشی کی آہ بھری۔ اور چند منٹ ساکت رہ کر اس شاگرد کی ذہانت کی بھی تعریف کی۔ مذہبی اختلاف وانتظام اور حکومت وحب الملک کے بعد موجودہ تہذیب کے ذریعہ انسان کو حومسخ کا کنندہ بنانے والے شیاطین کے اظہار رہ ہوئے انمیں سے ایک بولا میں نے علم مدن ایجاد کرکے انسان کی زندگی تلخ کردی ہے اس علم کے ذریعہ وہ قدماء کی بدروشیوں کے مختلف انواع واسلوب مطالعہ کرتے ہیں۔ شیطان کی تسلی ان تینوں کے ہی بیانات سے ہوگئی اور اس نے انعام کا وعدہ کرکے سب کو رخصت کرنا چاہا مگر باقی ماندہ خبیث چلا اٹھے ہماری بھی تو سنیئے۔ شیطان نے کہا۔ اچھا تم بھی سناؤ۔ یہ سنکر سب بول اوٹھے۔ میں ترقی کا عفریت ہوں میں تقسیم محنت کا ہوں۔ میں سڑکوں اور ریلوں کا ہوں۔ میں چھپائی کے فن کا ہوں۔ میں فنوں کا ہوں۔ اسی طرح تعلیم۔ تربیت۔ طب۔ درستی اخلاق خیرات۔ مسکرات۔ سوشلزم اور حامی نسوان کے عفاریت سب نے اپنی اپنی تعریف کرکے سب سے اوّل شیطان کے حضور پہنچنے کی کوشش کی۔ یہ بدتہذیبی دیکھکر شیطان نے ڈانٹا کہ باری باری سے بولو۔ اور زیادہ وقت نہ لو جسپر انہوں نے نوبت بہ نوبت اپنی اپنی رپورٹیں پیش کرنی شروع کیں صنعتی ترقی کا جن بولا میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ جسقدر زیادہ چیزیں اور جسقدر جلد وہ بنائیں اُن کی حق میں بہتر ہوگا چنانچہ اب وہ اشیاء کے بنانے میں خون پسینہ ایک کر رہے ہیں لیکن وہ ایسی بن رہی ہیں کہ خریدار ایک دن بھی فایدہ نہیں اوٹھا سکتا۔ اور بنانے والے اون کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تقسیم محنت کے جن نے کہا۔ کہ میں نے انسانوں کو انسانیت سے گرا کر بے جان کلیں بنادیا ہے۔ شوارع وطرق کے جن نے کہا۔ میں نے انسانوں کو سکھایا ہے کہ علی التواتر اور بسرعت تمام نقل مکان کرتے رہنا ان کے لئے بہت مفید ہے۔ چنانچہ اب وہ جہاں رہتے ہوں اس جگہ اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کرنے کی بجائے دربدر خاک بسر ہوتے پھرتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں کہ ہم ایک گھنٹہ میں۔ ۸۰ میل طے کرتے ہیں۔ فن چھپائی کے خناس نے کہا دنیا میں جسقدر بیوقوفیاں اور سیہ کاریاں ہوتی ہیں۔ میں انکو کروڑہا لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ فنون لطیفہ کے موکل نے کہا کہ میں پاکیزہ جذبات اور اعلیٰ خیالات ابھارنے کے پردہ میں برائی کو دلفریب پیرایہ وشکل میں دکھا کر برائی کے شوق کو انسان میں بڑھاتا رہتا ہوں۔ طب کے عفریت نے کہا کہ میں نے انسان کو اپنے جسم کی حفاظت کا ایسا شیدا کردیا ہے کہ وہ نہ صرف اوروں کی بلکہ اپنی زندگی کو بھی فراموش کردیتا ہے۔ تعلیم کے جن نے کہا میں نے یہ کمال کیا ہے کہ جو لوگ بُری زندگی بسر کر رہے ہیں اور اچھی زندگی اور نیک روشی کا مطلب تک نہیں سمجھتے۔ میرے جل میں آکر وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کو نیک زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ درستی اخلاق کے جن کا دعویٰ ہے کہ اس نے بدچلن لوگوں میں یہ یقین پیدا کردیا ہے کہ وہ اوروں کی بُرائیوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ مسکرات کے جن نے کہا کہ میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھادی ہے کہ بدروشی سے پیدا شدہ مصائب وآلام سے بچنے کے لئے نیک روشی اختیار کرنے کی بجائے یہ زیادہ مفید ہے کہ شراب۔ افیون وچانڈو وغیرہ سے غم غلط کریں۔ خیرات کے جن نے کہا۔ میں نے لوگوں کو تلقین کی ہے کہ اگر وہ خلقت کی جیب سے اشرفیاں چرائیں۔ اور مال مسروقہ سے چند پیسے لوٹا دیا کریں تو وہ بہت ہی صالح اور متقی شخص ہیں مزید اصلاح کی اُن کو کچھ ضرورت نہیں۔ سوشلزم کے جن نے کہا کہ بہتر معاشرت کی خواہش کے پردہ میں میں نے فرقہ فرقہ کو باہم دشمن بنادیا ہے۔ حامی نسوان کے جن نے عرض کیا۔ میں نے فرقوں میں ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی دونوں جنسوں میں بھی جوتی پیزار کرادی ہے۔ علم وفضل کے عفریت نے فخریہ کہا کہ میں نے انسان کو خود ستائی کا مجسم پتلا بنادیا ہے ◆

مالیرکوٹلہ میں ایک احمدی خاتون کی تبلیغ

کوئی بیس روز یہاں ہمارے مکرم بھائی خواجہ کرم اللہ احمدی وظیفہ خوار ریاست جموں وکشمیر تشریف لائے ہوئے ہیں اُنکا بچہ اور ان کی بیوی ساتھ ہیں ہمیں پہلے تو خواجہ صاحب سے نیاز حاصل نہ تھا صرف روشناسی تھی اب یہاں ملنے اور بیٹھنے سے دل کھول کر باتیں ہوگئیں اور حد درجہ کا اختلاط اور محبت جیسی دینی بھائیوں میں ہونی چاہیئے بڑھ گئی اور سوچتے سوچتے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی تبلیغ کا مسئلہ چھڑ گیا کہ کن کن وسایل سے یہ اہم کام بسہولت انجام پذیر ہوسکتا ہے اثنائے تقریر میں معلوم ہوُا کہ خواجہ صاحب کی بیوی صاحبہ سلسلہ کے مقاصد بتانے اور قرآن کریم کے حقایق ومعارف کے بیان کرنے میں پوری بصیرت رکھتی ہیں۔ ان کو خدا نے ایسا ملکہ دیا ہے کہ وہ پہلو سے مستورات میں اپنا اثر علم وعمل دونوں سے ڈال سکتی ہیں اور اپنی خداداد طاقت اور لیاقت سے مخالفوں کا دم بند کر سکتی ہیں۔ وہ حضرت حکیم الامت کی شاگرد خاص ہیں مدتوں تک انکے آستانے پر گری رہیں اور قرآن سیکھتی رہیں یہ معلوم کرکے مجھے ازحد مسرت ہوئی ہمت بڑھ گئی دل میں قوت پیدا ہوگئی اور خیال آیا کہ کوٹلہ کی پردہ نشین شریف عورتوں کو بوجوہ چند قرآن کریم کی معارف وحقایق کے سننے کا موقعہ بہت کم

کم ملتا ہے اور ملتا ہے۔ اگر ہماری قوم کی معزز اور مقتدر مستورات اس ہماری لائق بہن کی وعظ پراثر تقریر۔ دلگداز بیان اور دلکش طرز ادا کو سننا پسند کریں تو نہائت ہی مبارک ہو۔ یہ بات دل میں ٹھان لی اور لے کے خدا کا نام تحریک شروع کی پس پھر کیا تھا مدتوں کے بھوکوں کو گویا آسمان سے مائدہ نازل ہوا چاروں طرف سے الجوع العطش کی آوازہ گونجنے لگی۔

ہم کن الفاظ میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ کس خلوص قلبی اور خوش اسلوبی سے خواتین کوٹلہ نے قرآن کریم کے حقائق و معارف کا خیر مقدم کیا کسی نے سر پر رکھا اور کسی نے آنکھوں سے لگایا اور آخر سب نے سویدائے قلب میں جگہ دی۔ مخالف اندھوں نے اس نور کو بجھانے میں کوشش اور اپنی شپرسیرتی سے آنکھیں بند کیں اور دوسروں کو جو اس نور تبلیغ سے دلکو روشن کرنا چاہتے تھے۔ اپنی طرح اندھا کرنا چاہا مگر وہ قادر اور مقتدر خدا جو اپنے بندوں کی نصرت کرتا اور ظلمات سے نور کی طرف رہنمائی فرماتا اور اُن کے دشمنوں کو پامال کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ تھا اور اون کی تائید کی مشعل ہر تیرہ و تاریک کوچہ میں ہمارے ساتھ تھی آخر دونر روشن کی طرح یہ بات جگمگا اٹھی کہ قرآن کو اور نور ہے شعلہ ہے جسے لوگوں نے دیکھنا چھوڑ دیا ہے خواجہ صاحب کی بیوی نے جو بہر ولعزیزی کوٹلہ کی **مستورات میں صرف قرآن کریم کی پاک** آئتیں پڑھ کر اور حضرت اقدس علیہ السلام کے دعوے کی تبلیغ کرکے حاصل کی ہے یہ حقیقت میں حضرت اقدس عم کا معجزہ اور حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی کرامت ہے۔

احمدی سلسلہ میں ایسی قرآن دان۔ اور قرآن فہم للقرآن اور فی القرآن خاتون ہم نے ابھی تک نہ دیکھی نہ سنی*

اے خدا تعالیٰ کے سچے مسیح تیری دعاہائے نیم شبی و سحری سے خدا تعالیٰ ہماری عورتوں میں وہ نفخ رُوح کرے کہ ہر ایک مریم بنے اور پھر ان کی اولاد۔ پارسائی اور نیکی اور پاکدامنی میں ابن مریم ہو۔*

اے مسیحا! یہ تیری ہی انفاس طیبہ کا اثر ہے کہ کوٹلہ کی مستورات میں خواجہ کی بیوی (مریم) کی قران خوانی سے تازہ روح آگئی اور ہم امید کرتے ہیں کہ اور بہت سی مردہ روحیں حیات جاوید پائیں گی*

ہم آخر میں احمدیہ سلسلہ کے اصحاب کی خدمت میں تحریک پیش کرتے ہیں کہ جب تک خدا کے فضل و کرم سے ہماری مستورات میں بہت سی ایسی خواتین پیدا ہوں جو اپنی دینی بہنوں کو اپنے اچھے نمونہ اخلاق و آداب محمدیہ فضائل و اطوار احمدیہ کے ذریعہ سے خواب غفلت سے بیدار کر سکیں اور قرآن کے ترجمے اور تفسیر سے فائدہ پہنچائیں اور خدا تعالیٰ کے سچے مامور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور ہدایت پر عملدرآمد کرنیکی تلقین اور تحریص دلائیں ہر ایک شہر کی احمدیہ جماعت کو سرگرم احباب خواجہ صاحب کی فاضل بیوی کو ضرور موقع دیں کہ ان کی بیویاں بہو بیٹیاں ان کی وعظ نصیحت سے فائدہ اوٹھائیں اور اس عمدہ اور مُبارک نمونہ پر چلیں اور اپنے مردوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقاصد میں کامیاب ہونے میں ذریعہ بنیں*

ظاہری خود آرائی۔ خودستائی۔ خودنمائی کے زیور کو اوتار کر پھینک دیں اور تقویٰ۔ طہارت اور عفت کے چمکدار اور بیش بہا زیور سے اپنی روحانی حسن و جمال کو مالا مال کریں۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ قوم احمدی اس تحریک کی دل سے تائید کرے گی اور اس کام کو عملی طور سے شروع کرنے کے لئے خواجہ صاحب سے بمقام جموں خط و کتابت کرے گی کیونکہ وہ ہر مقام میں تبلیغ کرنے کیلئے مستعد اور طیار ہیں۔

(نواب **محمد خان** ثاقب از مالیر کوٹلہ)

دربار شام

۱۴ جون ۱۹۰۳ء

ارشاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کے زمانہ کو اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کرا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی اُن لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورات نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے گویا آیت قد افلح من زکّٰہا کے سچّے مصداق تھے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری دنیا کو کسی طرح سے کوئی جنبش آئی تو ہم کدھر جاویں گے مگر تعجب تو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے ہاتھ پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم دُنیا پر دین کو مقدم سمجھیں گے اور دوسری طرف دنیا اور مافیہا میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دُنیا کی خاطر ہر ایک دینی نقصان برداشت کرنا گوارا کرتے ہیں ذرا سا کوئی کنبہ میں بیمار ہو جاوے یا بیل بکری ہی مر جاوے تو جھٹ بول اُٹھتے ہیں کہ ہیں یہہ کیا ہوا ہم تو مرزا صاحب کے مرید تھے ہمارے ساتھ کیوں یہ حادثہ واقعہ ہوا۔ حالانکہ یہہ خیال اُن کا خام ہے وہ اس سچے رشتے سے جو اللہ تعالیٰ سے باندھنا چاہیئے ناواقف ہیں برکات الٰہی انسان پر اس وقت نازل ہوتے ہیں۔ جب خدا سے مضبوط رشتہ باندا جاوے جیسے رشتہ داروں کو آپسمیں رشتہ کا پاس ہوتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے رشتہ کا جو وہ اس پاک ذات کے ساتھ ہے سخت پاس ہوتا ہے وہ مولا کریم اس کیلئے غیرت کھاتا ہے۔ اور اگر کوئی دکھہ یا مصیبت اسکو پہنچتا ہے تو وہ بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔ الغرض کوئی دُکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی کشمکش اوس کو ڈھیلا کرتا ہے ایک سچا تعلق و حقیقی عشق عبد و معبود میں قایم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں چالیس آدمی بھی ایسے مضبوط رشتہ کے جو رنج و راحت **عسر و یسر** میں **خدا تعالےٰ** کی رضا کو مقدم کریں۔ تو ہم جان لیں کہ ہم جس مطلب کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا اور جو کچھہ کرنا تھا وہ کر لیا۔ کیسی سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام رض کے تعلقات بھی تو آخر دُنیا سے تھے ہی جائدادیں تھیں مال تھا زر تھا۔ مگر اون کی زندگی پر کسقدر انقلاب آیا کہ سب کے سب ایک ہی دفعہ دستبردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ **ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین** ہمارا سب کچھہ اللہ ہی کے لئے ہے سو اگر اس قسم کے لوگ ہم میں ہو جاویں تو کونسی آسمانی برکت اس سے بزرگ تر ہے۔

بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے۔ خواہ ذلت و نقصان ہو کچھہ ہی کیوں نہ ہو کسی کی پرواہ نہ کی جاوے مگر دیکھو اب کسقدر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ بس یہی سمجھہ رکھا ہے کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیئے اور ایک پر امن زندگی بسر ہو حالانکہ انبیاؤں قطبوں پر مصائب آئے اور وہ ثابت قدم رہے مگر یہ ہیں کہ ہر ایک تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہوئی گویا خدا تعالیٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنّا وھم لا یفتنون۔** یعنے کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دئے جاویں گے اور اُن کو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جاویگا پھر یہ لوگ بلاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں ہر ایک شخص کو جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے جان لینا چاہئے کہ جبتک آخرت کے سرمایہ کا فکر نہ کیا جاوے کچھ نہ بنے گا اور یہ ٹھیکہ کرنا کہ ملک الموت میرے پاس سے نہ پھٹکے میرے کنبے کا نقصان نہ ہو۔ میرے مال کا بال بیکار نہ ہو ٹھیک نہیں ہے خود شرط وفا دکھلاوے اور ثابت قدمی و صدق سے مستقل رہے اللہ تعالیٰ مخفی راہوں سے اس کی رعایت کریگا اور ہر ایک قدم پر اوس کا مددگار بن جاوے گا۔

انسان کو صرف پنجگانہ نماز اور روزوں وغیرہ وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہئے۔ نماز پڑھنی تھی پڑھ لی۔ روزے رکھنے تھے رکھ لئے۔ زکوٰۃ دینی تھی دیدی وغیرہ وغیرہ مگر نوافل ہمیشہ نیک اعمال کی متمم و مکمل ہوتی ہے اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجالاوے اور ہر ایک کار خیر کے کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنع و نمائش و ریا کو اسمیں دخل نہ ہو یہ حالت مومن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اوس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اسوقت اللہ تعالیٰ اسکی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کی کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر ایک حرکت و سکون اس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اسوقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر فرماتا ہے کہ میں کسی بات میں اسقدر تردد نہیں کرتا جسقدر کہ اسکی موت میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھدیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہیئے کہ ہر وقت رضاء الٰہی کو مانے اور ہر ایک رضاء کے سامنے سر تسلیم خم کرے نہیں دریغ نہ کرے کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے۔

تعلقات الٰہی ہمیشہ پاک بندوں سے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ ابراہیم الذی وفیٰ لوگوں پر جو احسان کرے ہرگز نہ جتلاوے۔ جو ابراہیم کے صفات رکھتا ہے ابراہیم بن سکتا ہے ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو معبود و کارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے ان الشرک لظلم عظیم لا یغفر ان یشرک بہ یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پیندر دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال تو حقہ کی سی ہے کہ اسکے چھوڑ دینے سے کوئی دقت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہو جاتی ہے جسکا چھوڑنا محال ہے۔ بعض کا یہ خیال بھی ہوگا کہ انقطاع الی اللہ کر کے تباہ ہو جاویں مگر یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی راہ میں برباد ہونا آباد ہونا ہے۔ اسکی راہ میں مارا جانا زندہ ہونا ہے گیا دنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں کہ جو لوگ اس کی راہ میں قتل کئے گئے ہلاک کئے گئے اُنکے زندہ جاوید ہونیکا ثبوت ذرہ ذرہ زمین میں ملتا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھ لو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا چنانچہ تاریخ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر ہی ہوا۔

ایک بدزبان لاہوری پادری

لارڈ بشپ لاہور ہندوستانی ٹیکس دہندگان کی بدولت ہندوستان میں آرام سے بیٹھے ہوئے اپنے عیسائی بھائیوں کی روحانی بہتری میں معروف ہیں۔ انھیں کا نمک کھاتے ہیں اور انہیں کو بدمعاش کہتے ہیں۔ آپ کو تامل نہیں ہے۔ آپ کی نظر میں تمام ہندوستان مکاروں سے بھرا ہوا ہے اور اگر آج آپ کو اختیار ہو تو ایسے ملک میں رہنا ترک کردیں جس میں چاروں طرف جھوٹ دغابازی اور بے اعتباری کا بازار گرم ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کا اعتبار نہیں کرتا بد اخلاقی کی یہ کیفیت ہے کہ چاروں جانب سے بے اعتباری پھیلی ہوئی ہے۔ پادری صاحب شہادت میں چند حکام کی نظیریں پیش کرتے ہیں جنہوں نے آپ سے بیان کیا کہ عدالت میں ایک نامی شخص نے جھوٹ بولنے میں تامل نہیں کیا اور اپنی حرکت ناشائستہ پر افسوس تک ظاہر نہیں کیا۔ مگر پادری صاحب کو تو یہ خیال کرنا چاہئے کہ تمام ہندوستان کے باشندے عدالتوں میں نہیں آتے ہیں پس عدالتوں کی مکاری جھوٹ اور فریب کی کارروائیوں سے تمام اہالیان ملک کے اخلاق کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے پھر یہ بھی تو سمجھنا چاہیئے کہ پادری صاحب کو چند نہیں بلکہ لکھو کھا بد اخلاق لوگوں کی موجودگی سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کب اختیار ہے کہ تمام باشندے بداخلاق ہیں۔ آج لیجئے تمام دنیا کی آنکھیں معاملات بلقان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ خود یوروپین اہل الرائے کہہ رہے ہیں کہ ایک طاقت دوسری طاقت کو دھوکا دینے کی فکر میں ہے جو کارروائیاں روس اور آسٹریا سے عمل میں آ رہی ہیں۔ اسکے دیکھتے اس کے کہنے میں تامل نہیں ہے کہ وہ چالبازیاں ہو رہی ہیں جن سے جو لوگ اوسمیں شریک ہیں سخت بد اخلاق و مکار ظاہر ہوتی ہیں ایسے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام اہل الرائے یوروپ ایک دوسرے پر نہ اعتبار کرنے والے اور مکار ہیں۔ یہ نتیجہ ویسا ہی غلط ثابت ہوگا جیسا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ہندوستانی جھوٹے ہیں کہ عدالت میں چند گواہوں نے اگر جھوٹی شہادت دی پادری صاحب ہندوستان آئے ہیں تو لوگوں کو روحانی فیض پہنچانے اور انکا اخلاق درست کرنے اور حرکات آپ کی یہ ہیں کہ انہیں لوگوں سے نفرت کرتے ہیں جنکی اصلاح پر آپ کمربستہ ہیں حضرت مسیحؑ کے اس قول کو کہ دشمنوں سے بھی پیار کرو جھٹلانے والے یہی پادری صاحب ہیں +

انجام مقدمات کی نسبت پیشگوئی

رات کے وقت جو ۲۸ - جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد رات تھی۔ یعنی وہ رات جس کے بعد پیر کا دن تھا اور ۲۹ - جون ۱۹۰۳ء میرے خیال پر یہ کشمکش غالب ہوئی کہ یہ مقدمات جو کرمدین کیطرف سے میرے پر ہیں انکا انجام کیا ہوگا سو اس غلبہ کشمکش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل کی گئی اور خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون فیہ آیات للسائلین اس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کیساتھ ہوگا اوسکو فتح اور نصرت نصیب کریگا جو پرہیزگار ہے یعنے جھوٹھ نہیں بولتا ظلم نہیں کرتا تہمت نہیں لگاتا دروغ اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کی بندوں کو نہیں ستاتا اور ہر ایک بدی سے بچتا اور راستبازی اور انصاف کو اختیار کرتا ہے اور خدا سے ڈر کر اُسکی بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کیساتھ پیش آتا ہے اور بنی نوع کا وہ سچا خیر خواہ ہے اسمیں نیکی اور رحم اور بدی کا جوش نہیں بلکہ عام طور پر ہر ایک کے ساتھ نیکی کرنے کے لئے طیار ہے سو انجام یہ ہے کہ انکے حق میں فیصلہ ہوگا تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو ان دو فریق میں سے حق پر کون ہے ان کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہونگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۹ جون ۱۹۰۳ء

طبری اور عرب کے دوسرے قدیم مؤرخین

ترجمہ از انسائیکلوپیڈیا برٹانکا جلد ۲۲ حرف T طبع نہم صفحہ (۱) معہ حواشی مترجم

مترجمہ سید علی محمد صاحب کنتوری ملازم کتب خانہ آصفیہ

مسٹر گوجی پروفیسر علوم مشرقیہ نے ان سائیکلوپیڈیا برٹانکا میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مضمون طبری کے عنوان سے عرب مورخوں پر لکھا ہے۔ جو ہم ذیل میں ناظرین الحکم کی دلچسپی کے لئے اخبار چودھویں صدی سے نقل کر کے درج کرتے ہیں۔ مضمون واقعی قابل توجہ ہے۔ خصوصاً تاریخ کے شائق بہت کچھ تاریخی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسے مضامین جو اسلامی تاریخ پر مشتمل ہوں ہندوستانی اردو اخبارات میں بہت کم نظر آتے ہیں اور مسلمانوں پر ایسے واقعات کا پوشیدہ رہنا حیف کی بات ہے

"عرب مورخوں کا خاص طرز تحریر دوسرے مورخوں سے بالکل علیحدہ ہے۔

ہر واقعہ کی خبر اُسی شخص کے الفاظ میں جس نے اُس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو۔ یا ایسے شخص کی ہمعصر کے الفاظ میں (اسناداً) سلسلہ بہ سلسلہ اخیر راوی تک پہونچتی ہے۔ بسا اوقات ایک ہی واقعہ جزئی اختلاف کے سبب سے دو طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے جو اخیر راوی کو مختلف سلسلۂ روات سے (اسناد) پہونچتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی واقعہ کا بیان یا ضروری تفصیل مختلف طریق سے معدد ہمعصر روات کے اقوال کی بنا پر (اسناد) کی جاتی ہے جو مختلف وسائل اخبار سے آخر راوی کو پہنچتا ہے۔ ان وجوہ سے مورخ مطلق تنقید نہیں کر سکتا۔ البتہ ماخذ کے انتخاب میں اسے حق حاصل ہے (کہ ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے) چونکہ وہ اُن اقوال کی نفی کر سکتا جس کا پہلا یا درمیان کا کوئی راوی غیر معتبر معلوم ہو بعض اوقات مورخین اُن اقوال کی صراحت کرتے ہیں جو اون کے نزدیک اصح ہوتے ہیں جدید عہد کی رائیں ایسے انتخاب کو ہمیشہ قبول نہیں کرتیں بعض اقوال کو جنہیں مسلمان بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔ یوروپین علما تسلیم کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور اوس کے برعکس مسلمان بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ خوش قسمتی سے مورخین واقعات کا بیان ہمیشہ یکساں نہیں لکھتے جس سے ایک کی کمی دوسرے سے پوری ہو جاتی ہے۔

عربوں میں دوسرا طریقہ تاریخ نویسی کا یہ ہے کہ ایک واقعہ کے متعلق کل اقوال کو ملا کر مسلسل عبارت میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مورخ شروع میں اپنے ماخذ کو بتا دیتا ہے اور یہ لکھ دیتا ہے کہ وہ زیادہ تر کس کا تتبع کرتا ہے اس صورت میں پہلے طریقہ کا استعمال جس کا ذکر اوپر آ چکا ہے صرف اونہیں مقام پر کیا جاتا ہے جہاں واقعات ایک دوسرے کے بیان سے مختلف پائے جاتے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اسمیں قدیم طرز سے بالکل کام نہیں لیا جاتا۔ اور صرف مسلسل عبارت میں واقعات لکھے جاتے ہیں اور کسی خاص موقع پر (اسناد) کا حوالہ دیا جاتا ہے کلیہ یہ ہے کہ جو واقعہ ایک دفعہ اچھی طرح بیان کیا جا چکا ہو پھر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں نہ بیان کرنا چاہیئے جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ مورخ اپنے ماخذ سے الگ جادہ اختیار نہیں کرتا۔ اور بجنسہ وہی الفاظ نقل کر دیتا ہے۔ اسطرح سے گویا جدید سے جدید مورخ اکثر پہلے مورخ کے لفظوں کو دوبارہ تحریر کرتا ہے + عربوں کو بہت قدیم زمانہ سے شعر و سخن و محاورات کا مذاق تھا عربی زبان کی ترقی پر بلاشبہ اس سے بہت بڑا اثر پڑا۔ قبائل عرب کی لڑائیوں کے کارنامے گھوڑوں اونٹوں کے تعریفی قصائد۔ شکارنامے اور عشقیہ مضامین اور بعض اوقات غیروں کے مقابلہ میں شجاعت آزمائی اور بعض اوقات شاہان عجم و ترکی کے مال و دولت کے تذکرے قدیم زمانہ کے قصہ گو اور مغنیوں کا موضوع تھا۔ حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) رسول اللہ کا بڑے بھاری تغیرات کے ساتھ ظاہر ہونا اور عربوں کے فتوحات جن کے باعث وہ نصف مہذب دنیا کے حاکم ہو گئے تھے جو اس کے قبل حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک نیا تاریخی مواد تھا جس کے سماعت اور تذکرہ سے لوگ کبھی عاجز نہیں ہوتے تھے۔

لوگوں کی خواہش رسول اللہ کے بارے میں ہر طرح کی واقفیت حاصل کرنے کی تھی۔ رسول اللہ کا اثر ان کے عہد میں اسقدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے ناممکن باتوں کو ممکن کر دکھایا اور قوم عرب میں دلیری اور اعتماد کی روح پھونک دی۔ جس کے سبب سے وہ بوزنطیہ اور بیشنفیہ فرقوں سے بھی زیادہ قوی ہو گئے۔

ہر شخص سے جس نے آنحضرت کی زیارت کی تھی یا آپ سے واقف تھا آنحضرت کے حالات دریافت کئے جاتے تھے۔ اور وہ شوق سے بیان کرتا تھا اس سے بڑھ کر ایک یہ بات تھی۔ کہ قرآن میں کلام خدا کے بہت سے ممکن مسائل تصفیہ طلب رہ گئے تھے۔ اور اسوجہ سے یہ معلوم کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ کہ آنحضرت نے مختلف صورتوں میں کس طرح عمل کیا تھا اور ان کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا تھا۔ مدینہ سے بڑھ کر اور کہاں اس بارے میں واقفیت ہو سکتی تھی جہاں آنحضرت نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ گذارا اور جہاں آنحضرت کے اکثر اصحاب نے اپنی بقیہ عمر بسر کی تھیں لہذا مدینہ میں رفتہ رفتہ ایک مدرسہ قائم ہو گیا جس میں زیادہ تر حدیث نبوی کے درس اور آنکے پہلے جانشینوں کے اخبار کی تعلیم نے کم و بیش ایک مستقل صورت اختیار کی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں تجسس کرنیوالے اسلام کے بزرگ اپنی یادداشت نویسی سے حافظہ کو مدد پہنچانے لگے۔ ان کے شاگردوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو کچھ اپنے اُستادوں سے سماعت کرتے تھے لکھ لیتے تھے اور گھر آتے وقت اُن نوشتوں کو اپنے ہمراہ لے آتے تھے۔ اس ذریعہ سے پہلی صدی کے اور آخر میں بہت سے اقوال شائع ہو گئے تھے مثلاً حسن بصری (المتوفی فی سنہ ۱۱۰ھ مطابق ۷۲۸ء) کے پاس ایسی یادداشتوں کی تعداد کثیر تھی اور بعض اوقات اون پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ان اقوال کو جو در اصل کتب سے اخذ کئے گئے تھے اسلئے بیان کیا کہ وہ اسے اسناداً پہونچے ہیں کہ اس زمانہ تک صرف زبانی روائتیں معتبر سمجھی جاتی تھیں۔ اور بعض متقدمین کی نسبت اور خود حسن بصری کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے مرنے کے وقت یہ حکم دیا کہ اُس کی تمام کتابیں جلا دی جائیں ان کتب سے ایک قسم کی مدد ملتی تھی اور اول علماء نے جو کچھ معلوم کیا تھا۔ دوسروں سے زبانی بیان کیا۔ اس زمانہ کے بعد ایک مدت تک جبکہ لوگ کتابوں سے اخذ کرتے تھے۔ پرانا طریقہ رائج رہا مثلاً طبری دوسروں کی کتابوں سے پڑھ کر اس طرح نقل کرتا ہے۔ کہ گویا اس نے اس شخص سے سنا جس کی وہ سماعت کرتا تھا یا جسکی کتاب سے وہ نقل کر رہا ہے چنانچہ اس طریقہ کو اس طرح سے ظاہر کر دیتا ہے۔ اخبرنا احمد بن شبیہ فی کتابہ فی تاریخ البصرہ *

طبری سے متقدم مؤرخین

قانون فطرت کے موافق پہلی صدی ہجری کی کوئی مستقل کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں اصلی کتابوں کی تصنیف شروع ہوئی۔ اولاً زبانی روایتوں سے ثانیاً علما کی نوشتوں سے۔ ثالثاً عہد ناموں۔

خطوں، شعروں اور نسب ناموں سے مواد مہیا ہوا۔

نسب ناموں کی تحقیق حضرت عمرؓ کی گورنمنٹ میں لازمی گردانی گئی تھی۔ کیونکہ اُس کے لحاظ سے چند لوگوں کو آنحضرتؐ کی قرابت کے مراتب یا اون کے عمدہ کاموں کی رعائیت سے وظائف مقرر کئے جاتے تھے۔ اس شعبہ کی طرف پہلی صدی ہجری میں بھی توجہ کی گئی لیکن اوّل اوّل دوسری صدی میں اس کے متعلق کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتابیں ابن الکلبی (متوفی سنہ ۲۰۴ ہجری) اور اُس کے بیٹے ہشام کی اور الشرقی ابن قطامی (متوفی سنہ ۱۵۰ھ) کی ہیں۔

علم الانساب نے جس کی ضرورت توضیح النسب کے لئے پڑی تھی۔ تاریخ کے لئے راستہ کر دیا۔ بلاذری کی اعلیٰ کتاب انساب الاشراف عرب کی تاریخ نسبی ہے سب سے پرانی تاریخ سیرۃ ابن اسحٰق (متوفی سنہ ۱۵۱ھ) کی ہے۔ یہ کتاب علی العموم قابل اعتبار ہے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ آنحضرت کے حالات قبل بعثت اور آپ کے اجداد کی حالت میں بہت سی حکائتیں جنکی تکمیل اشعار موضوع ہیں۔ ملا دئے گئے ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق کے زمانہ میں یہ حکائتیں مثل تاریخ کے مانی جاتی تھیں۔ کیونکہ اس سے پہلے ایسی حکائتیں آنحضرت کے اصحاب نے بیان کی ہیں۔ اور فی الواقعی زاہدانہ اشعار کو آنحضرت کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ الفہرست صفحہ ۹۲ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کے بارہ میں جنہیں ابن اسحٰق نے درج کیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے ابن اسحٰق کو دہوکہ دیا۔ آنحضرت کی سوانح عمری مصنفہ ابن عقبہ جس کی بنیاد دو بڑے معتبر شخصوں عروہ بن زبیر متوفی سنہ ۹۴ھ اور الزہری متوفی سنہ ۱۲۴ھ کے بیان پر ہے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل نابود و مفقود ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کی ایک نقل حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی اور کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہ کتاب چودھویں صدی تک شام کے درسگاہوں میں عام طور سے پڑھائی جاتی تھی۔

لیکن خوش قسمتی سے ہمارے پاس مغازی الرسول واقدی متوفی سنہ ۲۰۷ھ کی اور اُسکے شاگرد ابن سعد کی کتاب طبقات بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

الواقدی میں سیرۃ ابن اسحٰق سے زیادہ مواد ہے۔ لیکن اس کا طرز تحریر زیادہ تر عزیز ہے اور بعض اوقات ہمیں اُس سے اُن اقوال کو ماننے میں مدد ملتی ہے جن میں ابن اسحٰق نے کسی غائت سے تبدیلی کی تھی۔

واقدی نے ابن اسحٰق سے زیادہ تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اور مختلف واقعات کو آئینہ کر دیا ہے۔ واقدی کی بڑی خوبیاں اس کے رواۃ حدیث کے متعلق علم حاصل کرنے سے ظاہر ہیں۔ جس کے نتائج اس کے شاگرد سعد نے درج کئے ہیں۔ اور اس کی خود اپنی کتاب میں بھی جس کا اکثر حصّہ نہائت ہی عمدہ ہے پائے جاتے ہیں۔ فتح شام کے حالات کے متعلق ڈی گوزی نے سنہ ۱۸۶۴ء میں خاص طور سے اشدی کی اور اس نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ واقدی کی تاریخ اہم واقعات کے لحاظ سے صحیح ہے۔ مابعد کے مورخوں نے اس کا تتبع نہ کرنیکی وجہ سے مغالطہ کھایا ہے۔ واقدی کی تصدیق ان اعلانوں سے ہوتی ہے جنہیں سنہ ۱۸۶۴ء میں لولڈگ نے شامی خط میں لکھے ہوئے برٹش میوزیم میں محفوظ پائے ہیں واقدی کی سچائی اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ ابن اسحٰق نے جو سنین بڑے واقعات کے لکھے ہیں وہی واقدی نے بھی لکھے ہیں واقدی نے دس سال کی تاریخ قبل ہجرت میں بہت زور لگایا ہے۔ چونکہ اس مدت کی تاریخ ناقص ہے اس سبب سے بہت سی واقعات جو اس نے لکھے ہیں مشتبہ ہیں۔ (یقینی نہیں ہیں)

اگرچہ انہیں مشتبہ سمجھنے کے لئے بہت سی قوی اسباب ہیں۔ لیکن اور کوئی اس سے بہتر نہیں لکھ سکتا ہے۔ واقدی کے مدنظر بہت بڑا کتبخانہ تھا بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس چھ سو صندوق کتابیں تھیں جنمیں اکثر اُس کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی تھیں جسکا ایک حصّہ ابو مخنف (متوفی سنہ ۱۵۷ھ) اور ابن اسحٰق (جس سے واقدی نے اخذ کیا ہے۔ لیکن نام نہیں بتایا) اور عوانہ متوفی سنہ ۱۴۷ھ اور دیگر مصنّفین کی اصلی کتابوں کا تھا

ابو مخنف نے آنحضرت کی وفات سے خلیفہ ولید ثانی تک کے حالات میں متعدد مفرد مضامین کے رسائل تصانیف کئے۔ مابعد کے مورخوں نے ان رسائل سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ ان رسائل کے منتخبات تو ہمارے پاس بہت سے موجود ہیں۔ لیکن کوئی اصل رسالہ نہیں ہے سوائے ایک افسانہ شہادت حضرت امام حسینؑ کے جسکی بنیاد اس کے اقوال پر ہے۔ اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ وسٹن فیلڈ نے لاطینی زبان میں شائع کیا ہے حاصل کرتا ریخ [illegible] تو اس کا حصّہ ہو گئی ہے عراق کی تاریخ اس نے سب سے بہتر لکھی ہے اس موضوع میں اسکی تاریخ طبری کا بڑا ماخذ ہے۔ واقدی کو اس بارے میں دوسروں پر ترجیح دیجاتی ہے جیساکہ اس کے ہمعصر میدانی کو جو سن میں اس سے چھوٹا تھا خراسان کی مورخوں میں ترجیح دی جاتی ہے۔

میدانی کی تاریخ الخلفاء جو طبری سے پہلے شائع ہوئی تھی۔ سب سے بہتر ہے اگرچہ سب سے پرانی نہیں ہے۔ یہ کتاب اب بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ اس کا وجود صرف ان منتخب عبارتوں سے پایا جاتا ہے جنہیں مابعد کے مورخوں نے علی الخصوص طبری اور بلاذری نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ان انتخابوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی قوت بیانیہ کسقدر بڑھی ہوئی تھی اور اس کے معلومات کیسے روشن اور صحیح تھے بلحاظ ایک نقاد مورخ ہونے کے اسکو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہیے اس کا سیاق یہہ تھا کہ مختلف واقعات کو تنقید کرنے کے بعد درج کرتا تھا بہر حال بعض اوقات بہت سے اقوال کو مسلسل عبارت میں بیان کیا ہے مورخین کی قدر و منزلت کا اندازہ ہوشیاری سے وسیع پیمانہ پر مقابلہ کرنے سے کیا جا سکتا ہے اس کی آزمائش برن نونے کی ہے۔ جب کہ وہ خارجیوں کی تحقیق کر رہا تھا۔ اس نے ایک رسالہ میں کامل مبرد کے بیان اور میدانی کے خلاصوں کا جنہیں بلاذری نے نقل کیا ہے اور ابو مخنف کے خلاصوں کا جنہیں طبری نے نقل کیا ہے۔ مقابلہ کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے۔ کہ میدانی اور ابو مخنف کے معلومات اچھے ہیں۔ اور دونوں غیر متعصب ہیں۔

واقدی اور میدانی کے ہمعصروں میں ابن خداش (متوفی سنہ ۲۲۳ھ) بنو مہلب کا مورخ ہے۔ کامل مبرد کا خارجیوں کے بیان میں منجملہ اور ماخذوں کے ایک ماخذ ہے۔

اس کا ہمعصر ابن ہیثم بن عدی متوفی سنہ ۲۰۷ھ ہے۔ اسکی تصانیف اگرچہ گم ہو گئی ہیں۔ مگر اس کے اقتباسات اکثر (کتب میں) پائے جاتے ہیں۔ اسکا ہمعصر سیف بن عمر تمیمی ہے جس کی کتاب ہے اس کتاب سے طبری نے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ بلاذری نے بھی گاہے گاہے اس سے اقتباس کیا ہے اس مصنف کے حالات سوانح عمری عربی زبان میں کہیں نہیں پائے جاتے ہیں اور نہ اوس کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے الفہرست میں اس کا بہت مختصر ہے الفہرست کے مصنف نے اس بارے میں دہوکہ کھایا ہے۔ کہ اس کے شاگرد شعیب کو اسکا اوستاد بتایا ہے۔ حاجی خلیفہ کو سوائے نام کے اور اُس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔

اس نے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ لیکن اس کی کتاب میں افسانے بھرے ہوئے ہیں۔ صحت کے لحاظ سے واقدی سے اس کا ترجمہ کم ہے۔

(واقدی کے ہمعصروں میں)

مذکورہ بالا مورخوں کے علاوہ ابو عبیدہ

(متوفی ۲۰۹ھ) کا بھی نام لینا ضرور ہے۔ ابوعبیدہ نے بہت سے تاریخی رسایل جدا جدا موضوع پر تصنیف کئے۔ ان رسالوں سے اکثر اقتباس کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ارزقی کا نام لینا بھی ضروری ہے جس کی اعلیٰ کتاب تاریخ مکہ اس کی وفات واقع ۲۴۴ھ کے بعد اُس کے پوتے نے شایع کی +

مذکورہ بالا مورخوں کا زمانہ تیسری صدی ہجری میں داخل ہے۔ لیکن ہمیں دوسری صدی ہجری کا ایک ضروری پائینٹ بتانا باقی ہے۔ وہ یہہ کہ علماء فارس نے عرب کی تاریخ نویسی میں حصہ لینا شروع کیا۔ ابن مقفع نے عظیم الشان کتاب ملوک العجم کا ترجمہ کیا اور دیگر اشخاص نے اس کا تتبع کیا طبری اور اُس کے ہمعصر چھوٹے بڑے مثل ابن قتیبہ و یعقوبی و دینوری ہمیں تاریخ ایران سے بہت کچھہ آگاہ کرتے ہیں۔ یہاں کی تاریخ کا مواد ان لوگوں نے ترجمہ کے ذریعہ سے حاصل کیا جو زیادہ قابل لحاظ اثر مترتب ہؤا وہ یہ تھا کہ عربی زبان کو علم ادب اور سیاق انشاء پر بہت بڑا اثر پڑا اس زمانہ سے پچاس، برس بعد عربی میں بواسطہ زبان سرک یا بلاواسطہ یونانی زبان سے ترجمے ہونے لگے یہ ترجمہ زیادہ تر علم فلسفہ کے تھے۔

لیکن عربوں نے تھوڑی بہت قدیم تاریخ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تیسری صدی ہجری میں دوسری صدی سے بہت زیادہ کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں۔ ابوعبیدہ کی جگہ اس کے بعد ابن الولی متوفی ۲۳۱ھ نے لی۔ اسنے بھی مثل ابوعبیدہ کے فن لغت میں شہرت حاصل کی۔ اس نے ایام جہالت کے قصائد اور لڑائیوں پر لکھا۔ اس کی تصنیف کے بڑے حصہ کا اقتباس تبریزی کی شرح حماسہ میں درج ہے۔ اس سے بڑھ کر الریاشی کے حل اشعار (یا اہم جہانت) کا حماسہ (شرح) میں کیا گیا ہے۔

ابن حبیب متوفی ۲۴۵ھ کو نسابوں میں خاص طرح کی شہرت حاصل ہے۔ ہمارے پاس اس کی ایک چھوٹی سی کتاب جسمیں قبائل عرب کے اسماء پر بحث کی گئی ہے موجود ہے۔ اس کتاب کو وسٹنفیلڈ نے ۱۸۵۰ء میں طبع کر دیا ہے +

فیقہی جس نے تاریخ مکہ ۲۷۲ھ میں لکھی اور عمر بن شیبہ (ابوزید الراوی) جس نے بصرہ کی تاریخ نہائت عمدہ لکھی ہے اور اب اقتباس پائے جاتے ہیں۔ ازسلی کے قائم مقام ہوئے۔ زبیر بن بکر متوفی ۲۵۶ھ کی تصنیفات سے ایک ٹکڑا کتب خانہ کوپرولو مقام قسطنطنیہ میں اور ایک گاٹن جن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے ایک حصہ کو وسٹن فیلڈ نے شایع کیا ہے۔ زبیر بن بکر منجملہ طبری کا استادوں کے تھا۔ یہ شخص علم تاریخ اور علم انساب کا فاضل تھا مابعد کے مورخوں نے کثرت سے اوس کی تصانیف سے اقتباس کیا ہے یعقوبی ابن نصح نے ایک عام بیش بہا تاریخ لکھی۔ اس کتاب کے ہاؤتشما نے لیڈن میں ۱۸۸۳ء میں اشاعت کر دی ہے۔ ہندوستان کے متعلق اس کی معلومات اپنے قبل اور بعد زمانہ بیرونی تک کے مورخوں سے بہتر ہے +

ابن خورداذبہ کی تاریخ اب بالکل مفقود ہوگئی ہے۔ ابن حکم متوفی ۲۵۷ھ نے فتح مصر و مغرب کے حالات لکھے ہیں اس کتاب سے ڈی سلین نے اپنی کتاب تاریخ بربر میں انتخاب کیا ہے اس کے علاوہ کاربلی اور جونس نے بھی کیا ہے ان انتخابوں کے مشاہدہ سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اُس کی لکھی ہوئی روائتیں اور افسانے مجموعی حالت سے صحیح ہیں +

ابن حکم کو ابن اندلسی کے درجہ میں تاریخ نویسوں میں جس کا پایہ کسیقدر اس سے بڑھا ہؤا تھا شمار کرنا چاہیے +

ابن قتیبہ کو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہئے۔ اس شخص نے جیساکہ روزن نے بخوبی بتایا ہے۔ بہت سے رسالے کاتبوں (اعلیٰ درجہ کے انشاپرداز منشی جو خلفا و سلاطین کے میرمنشی یا پرائیوٹ سکرٹری ہوتے تھے) کی لیاقت علمی بڑھانے کی غرض سے تصنیف کئے۔ ان مفید رسایل میں رسالہ فی التاریخ اور عیون الاخبار شامل ہیں اگرچہ آخرالذکر بلحاظ ترتیب کے علم ادب سے زیادہ تر تعلق رکھتی ہے۔

بلاذری متوفی ۲۷۹ھ کا درجہ بہت ارفع ہے بلاذری کی کتاب فتوحات عرب (ڈی گوزی نے ۱۸۶۵-۶۶ء میں طبع کرا دیا ہے) اس خاص تعریف کی سزاوار ہے جو مسعودی نے کی ہے۔ اُسکی بڑی کتاب انساب الاشراف کا ایک ٹکڑا پیرس میں ماسس اسکی فر کے قیمتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے دوسرے حصہ کو الورڈ نے ۱۸۸۴ء میں طبع کرا دیا ہے۔ اس کے ہمعصر ابی طاہر تیفور نے خلفاء عباسیہ کی تاریخ لکھی اس سے طبری نے اقتباس کیا ہے۔ اسکی تصنیف کا چھٹا حصہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

دینوری کی اخبار الطوال گرگاس کے اہتمام سے ۱۸۸۶ء زیر طبع ہے +

طبری

مذکورہ بالا مورخوں کو کم و بیش طبری کے عظیم الشان تصنیف نے بھلا دیا ہے۔

طبری کی شہرت پر اس کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک کبھی زوال نہیں آیا۔ طبری بخوبی اسکے لائق تھا کہ طبری کے عنوان سے عرب کے قدیم مورخوں پر مضمون لکھا جائے +

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری بلند قامت اور نحیف الجسم تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اس کا رنگ گندمی تھا۔ اس کے بال مرتے دم تک کالے رہے۔ یہ بلا کا علم رکھتا تھا۔ ایسے بہت ہی کم لوگ تھے جو اس کے سامنے زبان کھول سکتے ہوں۔

طبری بمقام آمل طبرستان میں پیدا ہؤا جوانی کے وقت بغداد میں آیا۔ یہاں مشاہیر زمانہ سے سماعت کی طبری نے مصر و شام کا سفر کیا جہاں وہ ۲۶۳ھ میں تھا۔ اور آخر عمر میں بغداد کی سکونت پر قناعت کی اور تاحیات ۳۱۰ھ تک بغداد میں رہا +

طبری ہمیشہ اپنے کام میں مشغول رہتا تھا۔ اور ہر وقت اُس کو شاگرد گھیرے رہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طبری چالیس صفحے روزانہ چالیس برس تک لکھتا رہا بلاشبہ یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں لیکن یہہ بات یقینی ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول رہتا تھا اس کی بڑی تصنیف تفسیر القرآن اور تاریخ الرسل والملوک ہے۔ حکایت کیجاتی ہے کہ اس کی دونوں کتابیں تیس تیس ہزار صفحات کی تھیں۔ اس مقدار کو طبری کے تلامذہ نے کتابت کیلئے حد سے زیادہ پایا بنابریں اس نے ٹھان لی کہ ان کا خلاصہ اصل مقدار کے دسویں حصہ میں کروے۔ خدا سے دعا کی اور کہا انا اللہ ماتت الہمم

نقل

عن الحسن بن ابی بکر عن احمد بن کامل ان توفی ابوجعفر بن جریر الطبری فی وقت المغرب من عشیة الاحد لیومین لبقیا من شوال سنة ۳۱۰ھ ودفن فی بیتہ وقد اضحی النہار من یوم الاثنین غد ذالک الیوم فی دارہ برحبہ یعقوب ولم یغیر شیبہ وکان السواد فی شعر راسہ ولحیتہ کثیرا واخبرنی ان مولدہ فی اول سنة ۲۲۴ھ او اخر سنة ۲۲۵ھ وکان اسمر الی الادمة اعین نحیف الجسم مدید القامة فصیح اللسان ولم یؤذن بہ احد واجتمع علیہ من لا یحصیہم عددا الا اللہ قال بعضہم ان مولدہ باآمل سنة ۲۲۴ھ

(تاریخ دمشق ابن عساکر)

ذکر ابو محمد الفرغانی فی صلتہ التاریخ ان قوما من تلامذہ محمد بن جریر حسبوا لابی جعفر منذ بلغ الحلم الی ان مات ثم قسموا علی تلک المدة اوراق مصنفاتہ فصار لکل یوم

اربع عشر ورقة وقلت هذا الايما
في كلام السمساني لانه منذ بلغ الابدان
لم يكن له ستين سنة لا يحفا اخبرنا
القاضي عمر عبيد الله بن احمد السمار
وابو القاسم ابن عقيل الوراق ان ابا جعفر الطبري
قال لاصحابه اتنشطون لتفسير القرآن
قالوا كم يكون قدره فقال ثلثون
الف ورقة فقالوا هذا مما يفني الاعمار
قبل تمامه فاختصره في نحو ثلاثة الف
ورقة ثم قال هل تنشطون لتاريخ العالم
من آدم الى وقتنا هذا قالوا كم قدره
فذكر نحوا مما ذكر في التفسير فاجابوه
بمثل ذلك فقال انا لله ماتت الهمم

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ اس کی تاریخ موجودہ مقدار سے کی گئی تھی۔ جہاں کہیں تفسیر اور تاریخ میں ایک ہی مضمون پر بحث کی گئی ہے تو ایسے موقعہ پر مختلف اسناد درج کئے گئے ہیں۔ تفسیر طبری بھی اسی طرح فن تفسیر میں منحصر علیہ ہے جس طرح سے فن تاریخ میں طبری منحصر علیہ ہے۔

تفسیر طبری کا استعمال علی العموم بغوی کے خلاصہ کیوا سطے سے ہوا۔ بغوی نے اسکا خلاصہ چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں کیا اس سے پہلے اصل کتاب کثرت سے پڑھے جانیکے لئے حد سے زیادہ بڑی تھی۔

یہ عظیم الشان تفسیر خدیوی کتب خانہ مصر میں بتمام و کمال موجود ہے۔ اس کو فوراً شائع کر دینا چاہیئے۔ تاریخ طبری عالم کی تاریخ ہے۔ خلق دنیا سے ۳۰۲ھ تک کے واقعات ہیں۔ لنڈن میں یہ کتاب زیر طبع ہے غالباً سات ہزار یا ساڑھے سات ہزار صفحہ میں اوسکی مطبوعہ ڈیڑھ صفحہ ایک صفحہ قلمی کے برابر ہوگا طبری نے اپنے ماخذ کو مذیل کیا ہے۔ یہ ذیل مطبوعہ تاریخ طبری میں چھاپ دیا جائے گا اس ذیل میں رواۃ کے تراجم آنحضرت کے اصحاب اور تابعین کے تراجم دوسری صدی ہجری تک کے شامل ہیں۔ طبری کی دیگر تصانیف کا مفصل ذکر مقدمہ تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن میں کیا جاوے گا۔

تفسیر اور تاریخ میں کامیابی کا باعث سب باتوں سے بڑھ کر مصنف کا ذاتی اثر تھا طبری کے ہمعصر جیسا کچھ اس کا ادب آداب کرتے تھے۔ ان حکایات سے ظاہر ہے جو اس کے ترجمہ میں پائے جاتے ہیں طبری کے تلامذہ حد سے زیادہ اس کے علم کے معترف تھے۔ جو کچھ طبری اُن سے کہتا تھا۔ اون کے نزدیک اُس سے بہتر اور نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح تو یہ ہے کہ اس کی دونوں بڑی تصنیفات خاصکر تفسیر جس کا مثل کال ہونے میں اور ازراہ علمیت وبے لوثی وانصاف کے غیر متعصب ناقدین ناقدین کی رائے میں نہ قبل ہوا تھا۔ نہ بعد ہوا ہے۔

ایک ہمعصر کہتا ہے ”اس کتاب کے حاصل کرنیکے لئے چین کا سفر جائز ہے۔ یہ خیال ایسا عام تھا کہ طبری کی رائے نقص شرح مانی جاتی تھی۔

تاریخ طبری بلحاظ ادب و انشاپردازی کے کسی قدر کم رتبہ رکھتی ہے۔ اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔ اوّل کسی قدر مصنف کی عمر کی کمی وجہ سے۔ دوم۔ کسی قدر اس کے ماخذ اور روایتوں کے غیر معتدل ہونیکی وجہ سے اس طور سے کہ کسی مقام پر کثرت سے زیادہ اور کہیں بالکل کم ہیں۔ سوم۔ اور کسی قدر اصل کتاب کے خلاصہ کرنے میں تعجیل کے سبب سے تاہم اس کتاب کی قدر و منزلت بہت کیجاتی ہے مصنف کا انتخاب (اقوال) زیادہ تر اچھا ہے۔ وہ اس بڑے امتیاز کا مستحق ہے جو اسے ابتدا سے حاصل ہے۔ چونکہ وہ اہم واقعات بہت تفصیل کے ساتھ لکھتا ہے۔ اس کی شہرت جیسا چاہیئے تھا ویسی ہی بڑھتی گئی۔ عزیز (جو اواخر چوتھی صدی ہجری میں تھا) خلیفہ فاطمی کے کتب خانہ مصر میں اس کے بیس نسخے موجود تھے (جنمیں ایک خود طبری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا) جب صلاح الدین عزیز مصر ہوا تو اس وقت شاہی کتب خانہ میں طبری کے بارہ سو نسخے موجود تھے۔ صرف شہزادے اور امراء اس کتاب کو رکھ سکتے تھے ہمیں معلوم ہے کہ یہ کتاب اکثر دیگر ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ چونکہ اکثر ملکوں میں یہ متداول تھی یہ بات کہ اب اس کا پورا نسخہ کہیں سے نہیں ملسکتا۔ اور یہ کہ لیڈن لوایشن کا دارومدار صرف اُن شاذ اجزاء پر ہے جو مختلف جگہوں سے ملے ہیں ہمارے سامنے اس خمیازہ کی تصویر کھینچ دیتی ہے جو اہل مشرق نے جہالت کی باعث اوٹھایا ہے

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تاریخ طبری مختلف شکلوں میں ظاہر ہونے لگی اس کی اشاعت اسماء رواۃ و اشعار مندرجہ کو خارج کر کے اختصار کی صورت میں ہوئی۔ بہت سی منتخب عبارتیں جنہیں مورخین نے اپنی کتابوں میں درج کی تھیں۔ طبری مطبوعہ لنڈن میں نہیں پائی جاتیں۔ بہت سے تداخل عمل میں آئے ایکدفعہ خود مصنف کے عہد میں اور خود اُسی کے ہاتھوں۔ طبری کے بہت سے ذیل لکھے گئے۔ مثلاً فرغانی (مفقود ہے) اور ہمدانی کا ذیل (پیرس میں کچھ حصہ اس کا موجود ہے۔) عریب قرطبی نے طبری کا خلاصہ کیا اور اسمیں مغرب کی تاریخ اور ۳۶۵ھ تک کے حالات اضافہ کئے (الف)

(ب) ابن مسکویہ نے خلق عالم سے ۳۶۹ھ تک کی تاریخ اس غرض سے لکھی کہ تاریخ سے سبق اخذ کر کے لکھے سو جہانتک اس کی کتاب کا حال معلوم ہے وہ پورے طور سے مقتدرے پہلے کے حالات میں طبری کا تتبع کرتا ہے اور بہت ہی شاذ کسی دوسرے مورخ سے لیتا ہے طبری کے بعد کے حالات خود اس نے مستقل طور سے لکھے ہیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے بہت مشقت اوٹھا کر تاریخ لکھی۔ ۳۵۲ھ میں طبری کے خلاصہ کا ترجمہ بلعمی نے فارسی میں کیا بہرکیف اس نے بہت سی روایتیں گڈمڈ کر دی ہیں + ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے طبری کی پوری تاریخ کا خلاصہ کیا ہے۔ اکثر انصاف کی نظر سے انتخاب کیا ہے لیکن بعض جگہ بہت ہی تعجیل کے ساتھ انتخاب کیا ہے۔ ابن اثیر نے بھی ۶۲۸ھ تک کے حالات بڑہائے ہیں۔ گو کسر ابن اثیر کو کہیں کہیں خفیف سے دقتیں جھیلنی پڑی ہیں۔ تاہم اس کی تاریخ طبری کے اصل کا اندازہ کرنے میں کارآمد ہے مابعد کے مورخوں نے زیادہ تر طبری سے اقتباس کیا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے بعض اوقات دوسرے ماخذوں سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ خاصکر ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے ضروری تفصیل کا اضافہ کیا ہے۔ ان مابعد کے مورخوں کو مشاہیر کے تراجم اور مختلف ملکوں اور شہروں اور خاندانوں اور شاہزادوں کی تاریخوں سے قیمتی مدد ملی ہے اس موضوع پر چوتھی صدی سے مابعد تک بہت محنت اٹھائی گئی ہے۔

* خوشی قسمتی سے یہ تفسیر مصر میں چھپنا شروع ہوگئی ہے ہر پارہ کی تفسیر ایک جلد میں ہے نصف سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ باقی زیر طبع ہے۔ اسکی مجموعی قیمت ۳۳ روپیہ ۲ کلدار ہے۔ یہ کتاب اس سال میں عرب تاجر کتب حیدرآباد سے قیمتاً مل سکتی ہے۔ ۵ دیکھو مقریزی جلد اوّل +

ط

خط و کتابت

بخدمت کونٹ ٹالسٹائے صاحب ملک روس

از قادیان۔ مورخہ ۲۸۔اپریل ۱۹۰۳ء

جناب۔ پہلے آپ کے مذہبی خیالات کتاب برٹش انسائیکلوپیڈیا کے جلد ۳۳ میں پڑھے ہیں جو کہ انہیں دنوں میں انگلستان میں طبع ہوئی ہے اور اس بات کے معلوم کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ممالک پر جو تاریکی تثلیث نے ڈال رکھی ہے۔ اس کے درمیان کہیں کہیں خالص موتی بھی پائے جاتے ہیں جو کہ خدائے قادر ازلی ابدی ایک سچے معبود کے جلال کے اظہار کے لئے چمک رہے ہیں۔ سچی خوشحالی اور دعا کے متعلق آپکے خیالات بالکل ایسے ہیں جیسے کہ ایک مومن مسلمان کے ہونے چاہئیں۔ میں آپ کے ساتھ ان باتوں میں بالکل متفق ہوں کہ عیسے مسیح ایک روحانی معلم تھا اور کہ اس کو خدا سمجھنا یا خدا سمجھ کر پرستش کرنا سب سے بڑا کفر ہے۔ علاوہ ازیں میں آپکو اس امر سے بھی بخوشی اطلاع دیتا ہوں کہ حضرت عیسے کی قبر کے مل جانے سے کافی طور پر ثابت ہو گیا ہے کہ یہ قبر کشمیر میں ملی ہے اور اس تحقیقات کا اشتہار حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کیا ہے جو کہ توحید الہی کے سب سے بڑھ کر محافظ ہیں اور جنکو خدائے قادر کی طرف سے مسیح موعود کا خطاب عطا کیا گیا کیونکہ ایک سچے خدا کی سچی محبت میں وہ کامل پائے گئے ہیں۔ وہ اس زمانہ میں منجانب اللہ ملہم مصلح اور خدا کے سچے رسول ہیں۔ وہ سب جو اس مسیح پر ایمان لائیں گے۔ خدا کی طرف سے برکتیں پائیں گے پر جو کوئی انکار کریگا اس پر غیور خدا کا غضب بھڑکیگا۔ میں آپکو ایک علیحدہ پیکٹ میں خدائے اس مقدس بندے کی تصویر معہ یسوع کی قبر کی تصویر کے روانہ کرتا ہوں۔ آپ کا جواب آنے پر میں بخوشی اور کتابیں آپ کو ارسال کروں گا۔

میں ہوں آپ کا سچا خیر خواہ

مفتی محمد صادق۔ از قادیان

اس خط کے جواب میں ۲۹۔جون کو مفصلہ ذیل خط کونٹ ٹالسٹائے کیطرف سے آیا ہے

بخدمت مفتی محمد صادق صاحب۔

پیارے جناب

آپ کا خط معہ مرزا غلام احمد صاحب کی تصویر اور میگزین ریویو آف ریلیجن کے ایک نمونے کے پرچے کے مجھے ملا۔ وفات عیسے کے ثبوت اور اس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بالکل بے فائدہ کوشش ہے۔ کیونکہ عقلمند انسان حیات عیسے کا قائل کبھی ہو نہیں سکتا .... ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور اگر مرزا احمد صاحب کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں تو میں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے طیار ہوں گا ..... میگزین کے نمونے کے پرچے میں مجھے دو مضمون بہت ہی پسند آئے ہیں۔ یعنی گناہ سے کس طرح آزادی ہو سکتی ہے اور آئندہ زندگی کے مضامین خصوصاً دوسرا مضمون مجھے بہت پسند آیا ہے۔ نہایت ہی شاندار اور صداقت سے بھرے ہوئے خیالات ان مضامین میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ میں آپ کا نہایت ہی شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ پرچہ بھیجا اور آپ کی چٹھی کے سبب بھی میں آپ کا بہت ہی شکر گذار ہوں۔

میں ہوں آپ کا مخلص ٹالسٹائے

از ملک روس۔ ۵۔ جون ۱۹۰۳ء

ایک افسوسناک کارروائی اور حسد کا کامل نمونہ

چند روز سے ایک اخبار زمیندار نامی جناب منشی سراج الدین احمد صاحب کی ایڈیٹری میں لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے چونکہ ہمارے منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کو کسی ہمعصر کا فروغ یا اشاعت عادتاً مرغوب نہیں ہوتی اسلئے آپ کو اخبار زمیندار اچھا نہیں معلوم ہوا آپ نے فوراً ایک نوٹس صاحب اخبار کے نام تانا اور یہ لکھا کہ "اسی نام اور اسی مقصد کے ایک رسالہ کا میں بھی مالک و ایڈیٹر ہوں۔ اسواسطے کہ جس نام کو میں نے بہت سا روپیہ اور محنت خرچ کر کے مشہور کیا ہے آپ کو اس کے اختیار کر لینے سے میرے نقصان کا یقین ہے وغیرہ وغیرہ"۔ پھر منشی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوسٹ ماسٹر صاحب لاہور کو بھی ایک رجسٹری شدہ خط بھیجا جسکا مضمون غالباً یہ ہوگا کہ "فلاں شخص نے میرے رسالہ کا نام رکھ لیا ہے اس کی خط و کتابت تا فیصلہ عدالت روک لیجائے۔ خدا معلوم پوسٹ ماسٹر صاحب نے اس کو کیسا سنگین معاملہ سمجھا کہ بیچارے ایڈیٹر اخبار زمیندار کے خطوں کو کلکٹ روک دیا پھر اس کے بعد ایڈیٹر زمیندار نے بہت کچھ واویلا مچائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پوسٹ ماسٹر صاحب بہادر لاہور اور رٹون انسپکٹر صاحب نے بذات خود اس معاملہ کی تحقیق کر کے پوسٹ ماسٹر جنرل کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجی۔

"کہ مسٹر محبوب عالم کا کوئی حق نہیں کہ وہ منیجر و مالک موجودہ زمیندار کی خط و کتابت کا دعوی کر سکے یہ امر اس کی اپنی چٹھی سے ثابت ہے جسمیں یہ لکھا ہے کہ "وہ اپنا زمیندار ایک بار پھر زندہ کرنیکی خواہش رکھتا ہے اور پیسہ اخبار مورخہ ۱۳۔اگست ۱۹۰۱ء میں اس بارہ میں اشتہار بھی ہے" اس فقرہ سے صاف ثابت ہے کہ جس زمیندار کی ایڈیٹری کا پیسہ اخبار دعوی کرتا ہے اس کا اب کوئی وجود نہیں اور اس لئے اُسے اس نام کی خط و کتابت کا کوئی حق نہیں پیسہ اخبار کا دعوے محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

منشی محبوب عالم تمہیں شرم کرنی چاہیئے کہ تم نے اپنے ایک غریب ہمعصر سے حسد اور بیدردی کا برتاؤ کر کے نہ صرف خود ذلت اٹھائی بلکہ دیسی پریس کو بدنام کیا تم دوسروں پر تو جھٹ اعتراض اور ردّ و قدح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو مگر تمہیں اپنی خبر نہیں تمام حملوں اور افترا پردازیوں کی جو دوسروں پر کیا کرتے ہو خداوند تعالی نے تمہیں یہ سزا دی کہ تمہاری نسبت ایک سرکاری ملازم کی قلم سے یہ الفاظ نکلے "کہ پیسہ اخبار کا دعوے محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

افسوس

صد افسوس۔ از کمترین گمٹ

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی چھپکر شائع ہوتا ہے